فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ (قرآن)

ماہنامہ لاہور

مُحدِّث

مدیر:-

حافظ عبدالرحمن مدنی

مجلس التحقیق الاسلامی - لاہور ۱۶

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے زرِ سالانہ: ۲۰۰روپے بیرون ملک: ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476 موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں !

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں !

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے !

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے !

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے !

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے !

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ **مُحدّث** لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ !

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

محدث

لاہور

جلد ۱	صفر المظفر ۱۳۹۱ھ اپریل ۱۹۷۱ء	عدد ۵

مدیر : حافظ عبدالرحمٰن مدنی (روپڑی)

مقامِ اشاعت

مدرسہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) گارڈن ٹاؤن ○ لاہور ۱۶

ناشر : حافظ عبدالرحمٰن مدنی طابع : ملک محمد عارف مطبع : دین محمدی پریس - بل روڈ - لاہور

فہرست مضامین



یاد دہانی

شمارہ مارچ ۱۹۷۱ء کے آخر میں قارئین محدّث "کو توجہ دلائی گئی تھی کہ دینی ذوق رکھنے والے دوستوں کے پتے اور خریداری کے سلسلہ میں اپنے ارادے کی اطلاع دیں۔ دوبارہ یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ جواب سے جلد مطلع فرمائیں۔

نوٹ:۔ ادارہ "محدّث" اپنے تجارتی جوابی لفافہ پر ڈاک خرچ صرف اس صورت میں ادا کرتا ہے جبکہ وہ دفتر "محدّث" کے پتہ پر ارسال کیا جائے، نیز اندرون پاکستان سے ہو۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

پچھلے شمارے میں ہم نے لکھا تھا کہ :۔

"ہم اس وقت جس داخلی انتشار اور بیرونی دباؤ کا شکار ہو رہے ہیں اس کا واحد سبب ہماری وہ کوتاہی ہے جو ہم سے اسلام کے نام پر حاصل کئے جانے والے اس ملک میں اپنے نظریئے کو عملی صورت نہ دینے کی صورت میں سرزد ہوئی ...... الخ"

یہ حقیقت ہے کہ پاکستان کا وجود "لا اِلٰہ الا اللہ" کا مرہونِ منت ہے۔ اس کلمہ طیبہ کو اس ملک سے وہی مناسبت ہے جو روح کو جسم سے ہوتی ہے۔ یہی روحانی رابطہ پاکستان کی مخصوص جغرافیائی حالت کے باوصف اس کی سالمیت کا ضامن ہے۔ جس سے انحراف پاکستان کے خاتمہ کا باعث ہو سکتا ہے[1]

برصغیر کے مسلمانوں کا ایک جداگانہ ریاست کا مطالبہ اسی نظریئے کی بنیاد پر تھا جس کی وجہ سے وہ ہندو قوم میں ضم نہ ہو سکتے تھے، انہوں نے اس مقصد کے لئے پیہم جدوجہد کی اور عظیم قربانیاں دے کر "پاکستان" حاصل کیا۔ اس وقت مسلمانوں نے ہندو قوم اور پاکستان دشمن طاقتوں کی شدید مخالفت کے علی الرغم جس

---

[1] اس دینی رشتے کی اہمیت کا اعتراف اغیار بھی کرتے ہیں۔ ایک عیسائی مورخ لکھتا ہے :

" پاکستان شطران یبعد الواحد عن الآخر زهاء ٢٠٠٠ كيلومبتر والوحدة بينهما دينية ــــ" پاکستان کے دو حصے ہیں جو ایک دوسرے سے تقریباً ۲۰۰۰ کیلومیٹر دور ہیں۔ دونوں کے ایک (پاکستان) ہونے کی اساس دین (اسلام) ہے۔

جذبۂ ایمانی سے یہ جنگ جیتی تھی وہ اسلام دشمن طاقتوں کے لیے ایک چیلنج تھا۔ اس لئے وہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے وقت سے ہی اس جذبہ کو پست کر کے مسلمان قوم کی توجہ دوسرے مسائل کی طرف کرنے کے درپے رہے تاکہ پاکستان اپنا وجود باقی نہ رکھ سکے۔ خصوصاً بھارت ابھی تک اسے قبول نہیں کر پایا ہے اور وہ پھر سے اکھنڈ بھارت بنانے کے خواب دیکھ رہا ہے۔

ادھر ہمارے عوام و خواص دشمنوں کے عزائم سے بے خبر قیامِ پاکستان کے مقصد کو پس و پشت ڈال کر نفسانی خواہشات کی تکمیل میں سرگرداں رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ روحِ پاکستان کمزور ہو گئی اور ۲۳ سال میں ہم اس حالت کو پہنچ گئے کہ آج اس ملک کی سالمیت کا تحفظ ایک کٹھن مسئلہ بن کر سامنے آگیا ہے حالانکہ چودہ صدیاں قبل اتنی ہی مدت میں اسلام ساری دنیا کے لئے اتفاق و اتحاد اور زندگی کی راہنما قوت بن کر ابھرا تھا اور اسلامی ریاست تا قیامت اس کرۂ ارضی پر بسنے والوں کے لیے نمونہ بنی تھی۔

جب اسلام راہنما قوت بننے کی بجائے کھوکھلا نعرہ بن کر رہ جائے تو اس کے وہی نتائج نکل سکتے ہیں جو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یعنی آزادانہ سیاسی سرگرمیوں میں حریتِ فکر و عمل، پاکستان اور اسلام سے بغاوت کی صورت میں سامنے آئی ہے۔

ملکی سالمیت کا تحفظ اگرچہ ہر پاکستانی کا فرض ہے لیکن اس کی سب سے بڑی ذمہ داری سربراہِ مملکت پر عائد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے صدرِ مملکت کو اس کا پورا احساس ہے اور انہوں نے پہلے لیگل فریم ورک آرڈر میں واضح طور پر ملک کی سالمیت اور نظریۂ پاکستان کی پاسداری لازمی قرار دی، پھر موقعہ بہ موقعہ اس کا اظہار کرتے ہوئے خصوصاً ملک کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہونے پر ۶ مارچ ۱۹۷۱ء کی نشری تقریر میں دانشگاف الفاظ میں اس عزم کا اعلان کیا کیونکہ عظیم اکثریت سے کامیاب ہونے والے لیڈر جس طرح ملک میں دو قیادتوں کے لئے کوشاں تھے ——— جس کا نتیجہ ملک کی تباہی تھا[1] ——— اس کا دفاع

[1] قیادت کی تقسیم قوموں کی موت ہوتی ہے جب یزیدی لشکروں نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی تو انصار و مہاجرین علیحدہ علیحدہ (باقی صفحہ ۵ پر)

چیف مارشل لائیڈ منسٹریٹر ہونے کی حیثیت سے صدر یحییٰ خان ہی کر سکتے تھے۔ اس کے بعد صدرِ مملکت نے اس بحران کو دُور کرنے کے لئے اپنی کوششیں تیز تر کر دیں لیکن مصالحانہ مساعی ناکام رہیں۔ اقتدار کے ہوس مند آزادی سیاست سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر ملک کو تقسیم کرنے اور سامراجی طاقتوں کے عزائم کی تکمیل میں لگے ہوا اور انہوں نے نظم و نسق کو تہ و بالا کر کے شدید خطرناک حالات پیدا کر دیئے، حتیٰ کہ صدر یحییٰ خاں کو ۲۶ مارچ بروز جمعہ ایک ناگزیر سخت اقدام کرنا پڑا جس کی تفصیلات عوام کے سامنے آ چکی ہیں۔

ہم اس اقدام کی مکمل تائید کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں جس طرح افواجِ پاکستان نے بیرونی دشمنوں سے پاکستان کی حفاظت کی تھی اسی طرح اب اندرونی دشمنوں اور بیرونی سازشوں سے نپٹنا بھی ان کیلئے ضروری ہو گیا تھا۔ ملکی سالمیت کا یہی تقاضا تھا۔ صدرِ مملکت کے اعلان کے مطابق یہ وقتی اقدام ہے، جو ہنگامی حالات کے تحت کیا گیا ہے اور پوری قوم کا فرض ہے کہ ملکی استحکام کے لئے اپنا تعاون اسی طرح پیش کرے جس طرح پاک و بھارت کی گذشتہ جنگ میں کیا تھا۔ آج ہم جن حالات سے دوچار ہیں۔ در اصل ان کے پس پردہ بھارت اور دوسری اسلام دشمن طاقتوں کے مذموم عزائم کار فرما ہیں۔ بھارت مغربی پاکستان پر فوج کشی کر کے منہ کی کھا چکا ہے۔ اب وہ مشرقی پاکستان پر نظر لگائے ہوئے ہے جس کے لئے وہ بہانے تلاش کر رہا ہے۔ مشرقی پاکستان کی سُلجھتی ہوئی صورت حال نے اسے دیوانہ بنا دیا ہے۔ اس لئے ایک طرف وہ مشرقی عوام کی ہمدردی کے نام پر شور و غوغا کر رہا ہے تاکہ بین الاقوامی حمایت حاصل کر سکے، دوسری طرف اس نے اپنے مسلح دستے اور ساز و سامان مشرقی پاکستان میں داخل کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہ کردار واضح طور پر اس کے عزائم کی نقاب کشائی کر رہا ہے۔ یہ صورتِ حال پوری پاکستانی قوم کے اتحاد اور افواجِ پاکستان سے تعاون کی ضرورت مند ہے، تاکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴

فوجوں سے ان کے مقابلے میں نکلے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو اس کی خبر ملی تو بے ساختہ زبان سے نکلا:

" امیران !!! ھلک القوم " یعنی دو امیر ہیں قوم ہلاک ہو گئی " نتیجہ وہی نکلا کہ قیادتوں کی تقسیم کی وجہ سے مہاجرین و انصار شکست کھا گئے۔

پہلے کی طرح اس کے ناپاک ارادے خاک میں ملائے جاسکیں۔

حالیہ صورتِ حال ۱۹۶۵ء کی جنگ سے زیادہ اہم ہے کیونکہ اُس وقت صرف بیرونی دشمنوں سے مقابلہ تھا لیکن اَب اندرونی شرپسندوں کے پیدا کردہ انتشار کی وجہ سے داخلی و خارجی خطرات پیدا ہوئے ہیں اسلئے اب پاکستانی قوم کو دونوں محاذوں پر دفاع کی ضرورت ہے۔ اگرچہ صدر یحییٰ خاں نے ملکی سالمیت کی حفاظت بڑی دلیری سے کی ہے، تاہم یہ اقدام عارضی ہے اور مستقل تحفظ کی یہی ایک صورت ہے کہ ان اسباب کو ختم کیا جائے جو اِن حالات کا باعث ہوئے ہیں۔

مشرقی پاکستان یا پاکستان کے کسی دوسرے حصہ میں علاقائی جذبات اُبھارنے یا لسانی تعصبات بیدار کرکے نفرت کے بیج بونے، طبقاتی تقسیم پیدا کرکے حسد و بغض کی آگ بھڑکانے کا مطلب صرف یہ ہے کہ پاکستان میں قومی یکجہتی کو تباہ کر دیا جائے اور اس جداگانہ تشخص کو ختم کر دیا جائے جس کی بنیاد پر ہم بھارت سے الگ ہوئے تھے نیز داخلی طور پر فتنہ و فساد کو ہوا دیکر ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں کہ پاکستان کا وجود ہی ختم ہو جائے۔ دراصل معاشرہ میں پیدا شدہ خرابیوں کے علاج کی بجائے اس قسم کے ہتھکنڈوں سے وہی لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں جو عوام کے دلوں سے نظریۂ پاکستان کو عملی جامہ پہنانے کا احساس بھی ختم کر دینا چاہتے ہیں، چنانچہ جن لیڈروں نے علاقائی یا دوسرے نفرت انگیز نعرے لگا کر قوم میں اتفاق و اتحاد کو ختم کرنے اور عملاً ملکی سالمیت کو تباہ کرنے کی کوششیں کی ہیں ان کا کردار یقیناً پاکستان سے غداری کے مترادف ہے۔

ہم اپنی گذارشات کے ساتھ ایک عظیم خطرہ سے آگاہ کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں جس کے آگے مضبوط بند باندھنے کے لئے متحدہ کوششیں ہی کارگر ہو سکیں گی۔ ہماری رائے میں ۱۹۶۵ء کی پاک و بھارت جنگ اور موجودہ انتشار ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں کیونکہ بھارت کو پاکستان اِس لئے گوارا نہیں کہ یہ ایک اسلامی نظریاتی ریاست ہے جس کو وہ ختم کرنا چاہتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ علاقائی منافرت پیدا کرکے اسے تقسیم کرنا چاہتے

ہیں، انہیں بھی اسکی نظریاتی اساس (اسلام) پسند نہیں وہ دونوں حصوں کے اس روحانی رابطہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ دونوں طاقتیں بالواسطہ طور پر نظریہ پاکستان کی دشمن ہیں جنکا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ لیکن عام انتخابات کے نتیجے کے سلسلہ میں ایک ایسے طبقہ کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں جو براہِ راست اسلام پر کاری ضرب لگانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے، چنانچہ وہ اپنے منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے گھات میں بیٹھا ہے جس کیطرف فوری توجہ کی ضرورت ہے ——— پاکستان کی رُوح (نظریہ) کو باقی رکھنے کی واحد صورت یہ ہے کہ پاکستان میں اسلامی اساس کو اس قدر مضبوط کر دیا جائے کہ مخالفین مایوس ہو جائیں۔

اس کے لیے عوامی ذہن کو دین سے وابستہ کرنے اور انکی زندگی کو اسلام کا نمونہ بنانے کے لیے جہاں اصلاحی تحریکوں کی ضرورت ہے وہاں صدر یحییٰ خاں ——— جنہوں نے ملکی سالمیت کے تحفظ کے سلسلہ میں دلیرانہ اقدام کر کے پوری قوم سے خراجِ تحسین حاصل کیا ہے۔ اگر مسلمانوں کے جملہ فرقوں کے ۳۱ نمائندہ علماءؒ کے مرتب کردہ ۲۲ نکات کو آئین کی بنیاد بنا دیں تو پاکستان کی نظریاتی حیثیت ہمیشہ کے لیے محفوظ کی جا سکتی ہے، ان کی آئینی پوزیشن وہی ہو سکتی ہے جو لیگل فریم ورک آرڈر کی ہے۔ اس طرح سے مملکت خداداد پاکستان اس خطرہ سے بچ جائے گی جو آج ہمارے ملک و ملت کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔

ان بائیس ۲۲ نکات کو بنیاد بنائے بغیر آئین تو بہت بنائے جا سکتے ہیں لیکن ایسے آئین خواہ سبھی کچھ ہوں اسلامی اور نظریہ پاکستان کے حاملین کی امنگوں کے امین نہیں ہو سکتے۔ جب تک ہمارا آئین اسلامی نہ ہو گا پاکستان نہ تو اسلامی ریاست ہو گا اور نہ ہی اس کے قیام کا مقصد پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

"محدّث" کے قارئین سے

قارئین کرام "محدث" بطور نمونہ منگوانے کے لئے اور تین روپے سے کم کی رقم ٹکٹوں کی صورت میں بھیج سکتے ہیں لیکن ڈاک ٹکٹ ۲، ۵، ۱۰، ۲۰، ۲۵ پیسے کے ہونے چاہئیں۔

(ادارہ)

مولانا حکیم محمد عبد الغفور صاحب رمضان پوری بہاری

مفید الاحناف

قسط نمبر ۱

ایک صورتِ ائتلاف!

اصل دین یہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد سامنے آتا ہے تو مسلمان لومۃ لائم سے بے نیاز ہو کر اس کے سامنے جھک جائے اسلاف اور بزرگوں کا یہی طریقہ تھا۔ مندرجہ بالا مضمون یعنی مفید الاحناف اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس میں مصنف نے ثابت کیا ہے کہ یہ سب حنفی بزرگ تھے لیکن جب ان کے سامنے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح حدیث آگئی تو انہوں نے مسلکی تعصب کو جگہ نہیں دی۔ بلکہ ایک سچے مومن اور خدا سے ڈرنے والے ایک بندہ حنیف اور مخلص مسلم کی طرح قرآن وحدیث کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ اللہ تعالیٰ ان پاکباز بزرگوں اور اپنے نیک بندوں پر اپنی رحمت کی بارش کرے جنہوں نے یہ "اسوۂ حسنہ" پیش کر کے مسلمانوں کو سیدھی راہ دکھائی۔

بات مسئلے کی نہیں، فکر و نظر کی ہے، خدا کے سچے غلام مسئلے کو نہیں دیکھتے، خدا اور رسولؐ کو دیکھتے ہیں، حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے بتا دیا۔ اس نے کہا۔ آپ کے اباجان حضرت عمر فاروقؓ تو یوں فرماتے ہیں، فرمایا۔ "اتباع رسولؐ کا چاہیے یا میرے اباجان کا؟" اس نے کہا۔ رسول پاکؐ کا۔ آپ نے اس پر فرمایا۔ تو پھر رسول پاک نے تو ایسا ہی کیا ہے [1] ——— بس اسی فکر و نظر کی کمی ہے۔ اگر یہ کسر پوری ہو جائے۔ تو دنیا و آخرت کی سرفرازی کچھ زیادہ دور نہیں رہ جاتی۔ (ادارہ)

اعتذار:- مدیر "محدث" کی علالت کے سبب سے عربی عبارتوں کا لفظی ترجمہ با محاورہ ہونے سے رہ گیا ہے
ان شاء اللہ باقی [illegible] کا اہتمام کیا جائے گا، ادارہ اس پر اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

[1] الترمذی (باب ما جاء فی التمتع)

سوال

منہ اور ناک میں ایک ہی دفعہ پانی دینا دورانِ وضو جائز ہے یا نہیں؟

جواب

جائز ہے اور مسنون۔ رد المحتار المعروف بشامی مطبوعہ مصر ۱۲۹۴ھ حاشیہ درمختار کے صفحہ ۱۲۰ میں ہے:

في البحر عن المعراج ان ترك التكرار مع الامكان لا يكره وايده في الحلية بانه ثبت عنه صلى الله عليه وسلم انه تمضمض واستنشق مرة كما اخرجه ابو داؤد

یعنی بحر الدقائق میں معراج سے نقل کیا ہے کہ وضو میں دو بار یا تین بار دھونے کو چھوڑ دینا باوجود قدرت کے مکروہ نہیں اور تائید کی ہے اس کی حلیہ میں ساتھ اس بات کے کہ ثابت ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہ آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی دیا ایک ہی دفعہ جیسا کہ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا۔

سوال

مسواک کرنا جیسا کہ وقتِ وضو کرنے کے مستحب ہے۔ اسی طرح وقت ہر نماز پڑھنے کے قبل بھی مستحب ہے یا نہیں؟

جواب

مستحب ہے چنانچہ رد المحتار کے صفحہ ۱۱۸ میں لکھا ہے۔

انه مستحب في جميع الاوقات ويؤكد استحبابه عند قصد الوضوء فيسن و يستحب عند كل صلوة الخ ومن صرح باستحبابه عند الصلوة ايضاً الحلبي في شرح المنية الصغير وفي هدية ابن العماد ايضاً وفي التاتارخانية عن التتمة ويستحب السواك عندنا عند كل صلوة ووضوء

یعنی بہ تحقیق مسواک کرنا مستحب ہے سب وقتوں میں اور مؤکد ہے مستحب ہونا اس کا وقت ارادہ کرنے وضو کے پس مسنون یا مستحب ہے نزدیک ہر نماز کے الخ اور جنہوں نے تصریح کی

ہے ساتھ مستحب ہونے مسواک کے وقت نماز کے ان میں سے ایک حلبی ہے شرح منیہ میں
اور ہدیۃ ابن العماد میں بھی اور تتارخانیہ میں تتمہ سے نقل کیا ہے کہ مستحب ہے مسواک کرنا
نزدیک ہمارے وقت ہر نماز اور وضو کے الخ

اور عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں ملک العلماء مولانا محمد عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے۔

ووقته فی الوضوء عند المضمضة ویستحب ایضا عند کل صلوٰۃ اھ

یعنی اور وقت مسواک کرنے کا وضوء میں وقت کلی کرنے کے ہے اور نیز مستحب ہے وقت ہر نماز کے الخ

سوال

اذان میں وقت سماع اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے دونوں ابہام دست کے ناخن کو دونو
آنکھوں پر رکھ کر چومنا مرفوعاً مروی وصحیح ہے یا نہیں؟

جواب

مرفوعاً کچھ بھی صحیح نہیں۔ ردالمحتار کے صفحہ ۴۱۲ میں ہے۔

ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شیء

یعنی پھر کہا کہ صحیح نہیں ہے بیچ حدیث مرفوع کے کچھ بھی اس سے
مولانا محمد عبدالحی قدس سرہ نے سعایہ میں لکھا ہے۔

والحق ان تقبیل الظفرین عند سماع الاسم النبوی فی الاقامة وغیرها کلما
ذکر اسمه علیه الصلوٰۃ والسلام مما لم یرد فیه خبر ولا اثر ومن قال
به فهو المفتری الاکبر فهو بدعة شنیعة لا اصل لها فی کتب الشریعة ومن
ادعی فعلیه البیان الخ

اور حق یہ ہے کہ چومنا دونوں ناخنوں کا سننے نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقامت وغیرہ میں جب کہ ذکر
کیا جائے نام آپؐ کا اس قسم سے ہے کہ نہیں وارد ہوئی ہے اس میں کوئی خبر اور نہ کوئی اثر اور جو
شخص قائل ہو اس کا وہ مفتری بڑا ہے۔ پس ناخن کا چومنا بری بدعت ہو نہیں اصل اس کی

کتب شریعت میں اور جو کوئی دعوے کرے ناخن چومنے کی سنت ہونے کا اس پر واجب ہے دلیل لانا۔

سوال

دعاء بعد الاذان میں لفظ و الدرجة الرفیعة کی اصل ہے یا نہیں؟

جواب

نہیں۔ رد المحتار کے صفحہ ۲۱۳ میں شرح منہاج ابن حجر سے نقل کیا ہے:

و زیادة والدرجة الرفیعة و ختمه بیا ارحم الراحمین لا اصل لهما

یعنی زیادہ کرنا لفظ والدرجة الرفیعة کا اور ختم کرنا اس کا لفظ یاارحم الراحمین کے نہیں اصل ہے واسطے ان دونوں کے

سوال

نماز میں نیت زبان سے کرنا بدعت ہے یا نہیں؟

جواب

بدعت ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جلد اول مکتوب صد و ہشتاد و ششم [۱۸۶] میں تحریر فرماتے ہیں:

"و ہم چنیں ست آنچہ علماء در نیت نماز مستحسن داشتہ اند کہ باوجود ارادہ قلب بزبان نیز باید گفت و حالانکہ ازاں سرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام ثابت نشدہ نہ بروایت صحیح و نہ بروایت ضعیف و نہ از اصحاب کرامؓ و تابعین عظامؒ کہ بزبان نیت کردہ باشند بلکہ چوں اقامت مے گفتند تکبیر تحریمہ مے فرمودند پس نیت بزبان بدعت باشد آہ۔"

اور مولانا محمد عبدالحی رحمہ اللہ نے عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے:

احدها الاكتفاء بنية القلب وهو مجزی اتفاقا وهو الطريقة المشروعة المأثورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم و اصحابه فلم ينقل عن احد

منهم التکلم بنویت او انوی صلوۃ کذا فی وقت کذا او نحو ذٰلک کما حققـه

ابن الهمام فی فتح القدیر و ابن القیم فی زاد المعاد

کہ پہلا اس کا اکتفاء کرنا ہے ساتھ نیت دل کے اور دل کی نیت کافی ہے بالاتفاق اور یہی طریقہ مشروع اور منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے اور ان میں سے کسی ایک سے بھی منقول نہیں ہوا کہ انہوں نے زبان سے یوں کہا ہو کہ نیت کی میں نے یا نیت کرتا ہوں میں فلاں نماز کی فلاں وقت میں اور نہ مثل ان الفاظ کے کوئی اور لفظ کہتے۔ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں اور ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں ایسا ہی تحقیق کیا ہے۔

اور مولانا محمد عبدالحی رحمہ اللہ نے "آکام النفائس" میں ارقام فرمایا ہے:۔

(تنبیہ) کثیرا ما سئلت عن التلفظ بالنیة هل ثبت ذٰلک من فعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و اصحابه و هل له اصل فی الشرع فاجبت بانه لم یثبت ذٰلک من صاحب الشرع ولا من احد من اصحابه الخ

کہ زبانی نیت کرنے کا مسئلہ مجھ سے بہت دفعہ پوچھا گیا کہ آیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے ثابت ہے یا نہیں اور آیا شرع میں اس کی کوئی اصل بھی ہے ؟ تو میں نے یہی جواب دیا کہ نہ تو شارع علیہ السلام ہی سے یہ ثابت ہوا اور نہ ان کے صحابیوں میں سے کسی ایک سے ثابت ہوا۔

اور مولانا محمد عبدالحی مغفور نے سعایہ میں تحریر فرمایا ہے:۔

نقل فی المرقاۃ عن زاد المعاد فی هدی خیر العباد لابن القیم کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا قام الی الصلوۃ قال اللّٰه اکبر و لم یقل شیئا قبلها ولا تلفظ بالنیة ولا قال اصلی کذا مستقبلا للقبلة اربع رکعات اماما او ماموما ولا قال اداءً ولا قضاء ولا فرض الوقت و هذه بدع لم ینقل عنه احد قط لا بسند صحیح ولا بسند ضعیف ولا مسند ولا مرسل بل ولا عن

احد من اصحابه وما استحبه احد من التابعين ولا الائمة الاربعة الخ وفی فتح القدير قال بعض الحفاظ لم يثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بطريق صحيح ولا ضعيف انه كان يقول عند الافتتاح اصلى كذا ولا عن احد من التابعين بل المنقول انه اذا قام الى الصلوٰة كبر فهذه بدعة

یعنی مرقاۃ میں ابن قیمؒ کی کتاب "زاد المعاد فی ہدی خیر العباد" سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر فرماتے اور اس سے پہلے کچھ نہ فرماتے اور نہ زبانی نیت کرتے اور نہ یوں کہتے کہ میں فلاں نماز کی چار رکعت کعبہ کی طرف منہ کر کے امام یا مقتدی ہو کر پڑھتا ہوں اور نہ ادا یا قضا یا فرض کا نام لیتے اور یہ سب بدعات ہیں کسی نے آپؐ سے کبھی نقل نہیں کیا۔ نہ سندِ صحیح سے اور نہ سندِ ضعیف سے اور مسند سے اور نہ مرسل سے بلکہ آپؐ کے صحابہ میں سے بھی کسی سے منقول نہیں ہوا اور تابعین میں سے بھی کسی نے اس کو مستحب نہیں کہا اور نہ چاروں اماموں نے الخ۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ بعض حفاظِ حدیث نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ تو صحیح طریق سے ثابت ہوا ہے اور نہ ضعیف سے کہ آپؐ شروع نماز کے وقت کہتے ہوں کہ میں فلاں نماز پڑھتا ہوں اور نہ تابعین میں سے کسی سے ثابت ہوا بلکہ آپؐ سے تو یہی منقول ہوا ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر فرماتے۔ لہٰذا یہ بدعت ہے۔

سوال

نماز میں دونوں ہاتھ سینہ پر باندھنا کسی معتمد صوفی حنفی کا فعل ہے یا نہیں؟

جواب

ہے۔ مولوی شاہ نعیم اللہ بھڑائچی در معمولات کہ در احوال شیخ میرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ تالیف کردہ مے نویسند:

"معمول چنیں بود کہ صلوات خمسہ را در اوقاتِ مخصوصہ و مستحبہ ادامے نمودند در غایت

اعتدال رکوع و سجود و قیام و قعود و قومہ و جلسہ بجا مے آورند و مے فرمودند کہ شریعت عبارت از ہمیں اعتدال و اقتصاد ست و دست را برابر سینہ مے بستند و مے فرمودند کہ ایں روایت ارجح است از روایاتِ زیر ناف ۔ اگر کسے گوید کہ دریں صورت خلافِ حنفیہ بلکہ انتقال از مذہب بمذہب لازم مے آید ۔ گویم بموجب قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اذا ثبت الحدیث فھو مذھبی[1] از انتقال در مسئلہ جزئی خلاف مذہب لازم نے آید بلکہ موافقت در موافقت است "

ابجد العلوم میں ہے :۔

و من اجلة اصحابه المتاخرین الشیخ شمس الدین العلوی من ذریة محمد ابن الحنفیة المعروف بمیرزا مظهر جانجانان کان ذا فضائل کثیرة و قرء الحدیث علی الحاج السیالکوتی و اخذ الطریقة المجددیة عن اکابر اهلها کان له فی اتباع السنة و القوة الکشفیة شان عظیم و له شعر بدیع و مکاتیب نافعة و کان یری الاشارة بالمسبحة و یضع یمینه علی شماله تحت صدره و یقوی قراءة الفاتحة خلف الامام عام وفاته عاش حمیدا مات شهیدا اه

یعنی ان کے اجل اصحاب متاخرین میں سے شیخ شمس الدین علوی رحمہ اللہ ہیں جو محمد بن حنفیہ کی اولاد ہیں اور میرزا مظہر جانجاناں کے نام سے مشہور ہیں ۔ بہت فضیلتیں رکھتے تھے اور انہوں نے حاجی سیالکوٹی سے حدیث پڑھی اور طریقہ مجددیہ کو اس کے اکابر اصحاب سے اخذ کیا ۔ اتباع سنت اور قوت کشفیہ میں بڑی شان رکھتے تھے اور ان کے اشعار عجیب اور مکتوباتِ نافعہ ہیں اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے قائل تھے اور سینے کے نیچے ہاتھ باندھتے اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنے کو قوی فرماتے ۔ ان کی وفات کا سال تاریخی "عاش حمیدا مات شہیدا" ہے "

---

[1] جب حدیث ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے ۔

اور مصباح الہدایہ ترجمۂ عوارف میں ہے :۔

"و میانِ سینہ و ناف دستِ راست برچپ نہد آہ"

سوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم کا جس طرح قبل سورۂ فاتحہ کے نماز میں پڑھنا سنت ہے۔ اسی طرح نماز میں اس کا درمیان فاتحہ و سورۃ کے پڑھنا حسن ہے یا نہیں

جواب

حسن ہے۔ ردالمختار کے صفحہ ۵۱۱ میں ہے :۔

صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بانہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ المقروءۃ سرا او جہرا کان حسنا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ورجحہ المحقق ابن ہمام وتلمیذہ الحلبی لشبہۃ الاختلاف فی کونہا ایۃ من کل سورۃ بحر اھ

یعنی تصریح کی ہے ذخیرہ اور مجتبیٰ میں اس بات کی کہ اگر بسم اللہ پڑھے درمیان سورہ فاتحہ اور سورت کے جو پڑھی گئی آہستہ یا جہر سے ہو گا بہتر نزدیک امام اعظمؒ کے اور ترجیح دیا ہے، اس کو محقق ابن ہمام اور شاگرد ان کے حلبی نے واسطے شبہہ اختلاف کے بیچ ہونے بسم اللہ کے آیت ہر سورت سے نقل کیا ہے اس کو بحرالدقائق سے

اور عمدۃ الرعایہ میں ہے :۔

اما عدم الکراہۃ فمتفق علیہ ولہذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بانہ لو سمی بین الفاتحۃ والسورۃ کان حسنا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ سواء کانت السورۃ مقروءۃ جہرا او سرا الخ

لیکن نہ مکروہ ہونا بسم اللہ کے پڑھنے کا پس اتفاق کیا گیا ہے اس پر اور اسی لیے ذخیرہ اور مجتبیٰ میں تصریح کی ہے بایں طور کہ اگر بسم اللہ پڑھے درمیان سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے ہو گا بہتر نزدیک ابو حنیفہؒ کے خواہ وہ سورت پڑھی گئی ہو بآواز یا آہستہ الخ

سوال

سورۂ فاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا کیسا ہے؟

جواب

قراءۃ فاتحہ خلف الامام کو کتب فقہیہ میں احتیاطاً مستحسن لکھا ہے. چنانچہ مجتبیٰ شرح قدوری میں

فی شرح الکافی للبزدوی ان القراءۃ خلف الامام علی سبیل الاحتیاط حسن عند محمد و مکروہ عندھما و عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ لا باس بان یقرء الفاتحۃ فی الظھر و العصر و بما شاء من القرآن اھ

یعنی بزدوی کی شرح کافی میں یہ ہے کہ پڑھنا پیچھے امام کے احتیاطاً حسن ہے نزدیک امام محمدؒ کے اور مکروہ ہے امام ابوحنیفہؒ و ابویوسفؒ کے نزدیک اور روایت ہے ابوحنیفہؒ سے یہ کہ نہیں مضایقہ ہے اس میں کہ پڑھے سورۂ فاتحہ ظہر اور عصر میں اور جو کچھ چاہے قرآن سے،

اور بنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

و یستحسن ای قراءۃ المقتدی الفاتحۃ احتیاطا و دفعا للخلاف فیما روی بعض المشائخ عن محمد رحمہ اللہ و فی الذخیرۃ لو قرء المقتدی خلف الامام فی صلوٰۃ لا یجھر فیھا اختلف المشائخ فیہ فقال ابوحفص و بعض مشائخنا لا یکرہ فی قول محمد و اطلق المصنف کلامہ و مرادہ فی حالۃ المخافتۃ دون الجھر و فی شرح الجامع للامام رکن الدین علی السغدی عن بعض مشائخنا ان الامام لا یتحمل القراءۃ عن المقتدی فی صلوٰۃ المخافتۃ

اور مستحسن ہے یعنی پڑھنا مقتدی کو سورۂ فاتحہ احتیاطاً اور واسطے دور کرنے خلاف کے اس میں کہ روایت کیا ہے بعض مشائخ نے محمدؒ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر پڑھے مقتدی پیچھے امام کے اس نماز میں جس میں جہر نہیں کیا جاتا ہے اختلاف کیا مشائخ نے بیچ اس کے پس کہا ابوحفص اور بعض مشائخ نے ہمارے نہیں مکروہ ہے بیچ قول محمدؒ کے اور مطلق ذکر

کیا مصنف نے کلام کو ان کے اور مراد ان کی حالت قرات سری میں ہے نہ جہری میں اور امام رکن الدین علی سغدی کی شرح جامع میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ سے مروی ہے کہ نماز سری میں امام مقتدی کی قرات کو اس کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا۔ ۱۲

اور ہدایہ میں ہے :

ویستحسن علی سبیل الاحتیاط فیما یروی عن محمد رحمہ اللہ ا ھ

اور احتیاط کی نظر سے پڑھنا مستحسن ہے بموجب اس قول کے جو امام محمدؒ سے مروی ہے ۱۲

اور عینی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے :

وبعض مشائخنا یستحسنون ذلک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوۃ و بعضھم فی السریۃ فقط وعلیہ فقھاء الحجاز والشام ا ھ

یعنی بعض مشائخ ہمارے مستحسن سمجھتے ہیں پیچھے امام کے سورہ فاتحہ پڑھنے کو از راہ احتیاط کے سب نمازوں میں اور بعض مشائخ نماز آہستہ والی میں اور اسی پر ہیں فقہا حجاز اور شام کے الخ

اور ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے :

الامام محمد من ائمتنا یوافق فی القراءۃ خلف الامام فی السریۃ ا ھ

امام محمدؒ ہمارے اماموں میں سے موافقت کرتے ہیں امام شافعیؒ کی بیچ پڑھنے سورۂ فاتحہ کے پیچھے امام کے نماز سریہ میں ۱۲

اور عبد الوہاب شعرانی نے میزان کبریٰ میں لکھا ہے :

لابی حنیفۃ ومحمد قولان : ———— احدھما عدم وجوبھا علی الماموم ولا یسن لہ وھذا قولھما القدیم وادخلہ محمد فی تصانیفہ القدیمۃ و انتشرت النسخ الی الاطراف و ثانیھما استحسانھا علی سبیل الاحتیاط وعدم کراھتھا عند المخافتۃ للحدیث المرفوع لا تفعلوا الا بام القرآن و

فی روایة لا تقرءوا بشیء اذا جهرت الا بام القرآن وقال عطاء کانوا یرون
علی المأموم القراءة فیما یجهر فیه الامام وفیما یسر فرجعا من قولهما
الاول الی الثانی احتیاطا اھ

کہ امام ابوحنیفہؒ و محمدؒ کے دو قول ہیں پہلا نہ واجب ہونا قراءۃ فاتحہ کا اوپر مقتدی کے اور نہ مسنون ہونا واسطے اس کے اور یہ قولِ قدیم ہے ان دونوں کا اور داخل کیا اس کو محمدؒ نے اپنی تصانیفِ قدیمہ میں اور مشتہر ہوئے نسخے اطراف میں۔ دوسرا مستحسن ہونا قراءۃ فاتحہ کا ازراہِ احتیاط کے اور نہ مکروہ ہونا وقت آہستہ پڑھنے کے بسبب حدیثِ مرفوع کے کہ نہ کرو قراءۃ مگر ساتھ سورۂ فاتحہ کے اور ایک روایت میں ہے نہ پڑھو کچھ جس وقت باآواز بلند پڑھوں میں قرارت مگر سورۂ فاتحہ اور کہا عطاء نے تھے یعنی صحابہ قائل اس بات کے کہ مقتدی قراءۃ کرے اس نماز میں کہ باآوازِ بلند پڑھتا ہے امام اور اس میں کہ آہستہ پڑھتا ہے۔ پس رجوع کیا دونوں نے یعنی امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ نے اپنے قول اول سے طرف قول ثانی کے احتیاطاً الخ
اور ملاجیونؒ نے تفسیر احمدی میں تحریر کیا ہے:

فان رایت الطائفة الصوفیة والمشائخین الحنفیة تراھم یستحسنون قراءة
الفاتحة للمؤتم کما استحسنه محمد ایضاً احتیاطا

پس اگر دیکھے تو گروہِ صوفیہ اور مشائخینِ حنفیہ کو دیکھے گا تو ان کو کہ اچھا جانتے ہیں پڑھنا سورۂ فاتحہ کا واسطے مقتدی کے جیسا کہ مستحسن جانا سورۂ فاتحہ پڑھنے کو امام محمدؒ نے بھی ازروئے احتیاط کے

اور حضرت شاہ شیخ شرف الدین بہاری قدس سرہٗ کے ملفوظات مسمی بخوان پر نعمت میں ہے:

"ازیں جا بازبیچارہ عرض داشت کہ قرارتِ فاتحہ خلف الامام مقتدی را وعید است آنجا چہ کند فرمود قرارت فاتحہ بکند ومشائخ ہم مے خوانند الخ

ابجد العلوم میں تحت ترجمہ حضرت میرزا جانجاناں رحمہ اللہ تعالیٰ کے لکھا ہے:

ویقوی قراءۃ الفاتحۃ خلف الامام ۱ھ

اور قوت دیتے تھے پڑھنے سورۂ فاتحہ کو پیچھے امام کے الخ

عمدۃ الرعایہ میں مولانا عبدالحی لکھنوی مغفور تحریر فرماتے ہیں:۔

ومنھم من تفوہ بفساد صلوۃ المقتدی بھا وھو قول شاذ مردود وروی عن محمد انہ استحسن قراءۃ الفاتحۃ للموتم فی السریۃ وروی مثلہ عن ابی حنیفۃ صرح بہ فی الھدایۃ والمجتبیٰ شرح مختصر القدوری وغیرھما وھذا ھو مختار کثیر من مشائخنا وعلی ھذا فلا یستنکر استحسانھا فی الجھریۃ ایضاً اثناء سکتات الامام بشرط ان لا یخل بالاستماع الخ

اور بعض فقہاء میں وہ شخص ہے کہ بکا اس کی ہے اس نے ساتھ فاسد ہونے نماز مقتدی کے بسبب قراءۃ فاتحہ کے اور یہ قول شاذ و مردود ہے اور روایت کیا گیا ہے امام محمدؒ سے یہ کہ مستحسن جانا ہے انہوں نے پڑھنا سورۂ فاتحہ کا واسطے مقتدی کے نماز آہستہ میں اور روایت کیا گیا ہے مثل اس کے امام ابوحنیفہؒ سے تصریح کی اس کی ہدایہ و مجتبیٰ شرح مختصر قدوری میں اور یہ مختار اکثر مشائخین ہمارے کا ہے اور بنا بر اس کے پس نہیں انکار کیا جا سکتا مستحسن ہونا سورۂ فاتحہ کا پڑھنا نمازِ جہریہ میں بھی درمیان سکتات امام کے بشرطیکہ مخل نہ ہو سننے میں

مُحدّثِ ہند، عالمِ جلیل، حضرت الشیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی قدس سرّہ

— کی —

ایک نایاب ○ عمدہ ○ اور غیر مطبوعہ عربی شرح

لمعاتُ التنقیح

فی شرح

مشکوٰۃِ المصابیح

حضرت الشیخ کی اس شرح کی حدیث کی اکثر متداول کتب میں اکثر حوالے ملتے ہیں لیکن یہ شرح مکمل سے آج تک طبع نہیں ہو سکی۔ بحمداللہ اس کی پہلی جلد درج ذیل خوبیوں کو سمیٹے ہوئے زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر اہلِ علم کے لیے تیار ہے۔

(۱) یہ ایک ایسی شرح ہے جو تمام سابقہ شروح کا لب لباب ہے۔

(۲) اس شرح میں متن کی ہر حدیث پر حسبِ مقام اجمالی یا تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

(۳) شارح العلام نے گراں قدر فوائد، عجب ترنکات، نرالی تحقیقات، باریک ترین دقائق، لغات کی تشریح، ترکیبات نحویہ کی توضیح، دلائل عقلیہ ونقلیہ کی مفصل بحث، روایتی ودرایتی تحقیق کا انوکھا

استخراج، ان سب کا خصوصی التزام کیا ہے۔

(۴) حضرت الشیخ نے ان تمام خوبیوں کو اپنی شرح میں ایسے انداز سے سمو دیا ہے کہ ان تمام خدشات اور اعتراضات سے اپنا دامن بچا لیا ہے جو شروح سابقہ پر وارد ہو سکتے ہیں۔



۱۔ مشکوٰۃ کے متن کی تصحیح کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔
۲۔ احادیث کا شمار دے کر شرح میں بھی نمبر دے دیئے گئے ہیں تاکہ تلاش میں آسانی رہے۔
۳۔ ہر حدیث کی تخریج کر دی گئی ہے کہ یہ روایت کس کس کتاب میں آئی ہے اور اس کی استنادی حیثیت کیا ہے۔
۴۔ شرح کے مطالب کی فہرست دے دی گئی ہے تاکہ ایک ہی نظر میں شرح کے مباحث کا اندازہ ہو سکے۔
۵۔ آخر میں حروفِ تہجی کے اعتبار سے صحابہؓ اور احادیث کا انڈکس لگا دیا گیا ہے تاکہ حدیث کے کسی ٹکڑے کے یاد ہونے سے روایت فوری طور پر تلاش ہو سکے۔



کتاب تقریباً آٹھ جلدوں میں مکمل ہوگی۔ جلد اوّل تیار ہے۔

* — آرٹ پیپر
* — خوبصورت ٹائپ
* — دیدہ زیب سنہری چرمی جلد
* — قیمت تیس (۳۰) روپے

آج ہی اپنے آرڈر سے مطلع فرمایئے

مکتبۃ المعارف العلمیۃ ○ شیش محل روڈ ○ لاہور نمبر ۲

مولانا محمّد صاحب گنگن پوری
مدرس مدرسہ رحمانیہ انگارڈن ٹاؤن

عورت نکاح میں ولی کی محتاج کیوں ہے؟

(اس قسط میں قرآنی آیات سے اس مسئلے کو واضح کیا گیا ہے، آئندہ اشاعت میں احادیث کی روشنی میں اس پر بحث کی جائے گی)

مسئلہ ــــ

عورت نکاح کرنے میں ولی کی محتاج کیوں ہے اور مرد محتاج کیوں نہیں؟

جواب ــــ

اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ عورت ناقص عقل، کمزور فطرت، کوتاہ بین، دھوکہ فریب کھانے والی ہے جیسا کہ قرآن و حدیث اور تاریخ سے ثابت ہے۔ اس واسطے وہ مرد کی محتاج ہے تاکہ وہ اس کو نقصان اٹھانے سے بچائے اور یہ عورت کی ہمدردی اور خیرخواہی کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ برخلاف اس کے مرد کامل عقل، طاقت ور، دور اندیش، مجاہد، شجاع اور حکمران پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ ولی کا محتاج نہیں۔

آئندہ سطور میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں

مرد کا مقام اور عورت کی حیثیت

ذمہ داریوں کا بار تمام تر مرد پر ہے

اور وہی اس کا اہل ہے۔

زمین کی خلافت و حکومت کا بار اٹھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے صرف مرد (آدم ؑ) کو منتخب فرمایا ہے اور تعلیم بھی اسی کو دی ہے تاکہ اس میں خلافت کی اہلیت پیدا ہو جائے اور مسجودِ ملائکہ بھی اسی کو بنایا تا کہ اس کی خلافت سے کوئی انکار کی جرأت نہ کرے اور جس نے انکار کیا اس کو ملعونِ ابدی بنا دیا تاکہ اور د

کو تنبیہ ہو۔ حوا کو نہ تعلیم دی، نہ مسجودِ ملائکہ گردانا، نہ انتخاب حکومت میں آئیں۔ قرآن مجید میں ہے:۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ط [۱]

یعنی میں زمین میں (آدمؑ) کو اپنا خلیفہ (نائب) بنانا چاہتا ہوں۔

جامع البیان میں ہے:۔

یعنی آدم فھو خلیفۃ اللہ فی ارضہ ینفذ قضاء اللہ واحکامہ

جلالین میں ہے:

یخلفنی فی تنفیذ احکامی فیہا و ھو آدم

یعنی آدمؑ زمین میں اللہ تعالیٰ کے نائب اور کائناتِ پر حاکم ہیں۔ وہ اللہ عزوجل کے احکام اور فیصلہ جات دنیا میں جاری فرمائیں گے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے داؤد سے فرمایا:۔

يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلْنَٰكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ [۲]

یعنی اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ (نائب) کیا۔

یہ خلافت و حکومت بہت بڑی خدمت و ذمہ داری ہے جس کی برداشت صرف مرد ہی کر سکتا ہے۔ عورت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے نبوت اور حکومت مردوں کے ساتھ خاص کر دی ہے۔ عورت نبی ہو سکتی ہے نہ حاکم۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ [۳] پ۱۷

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ سے پہلے جتنے انبیاءؑ بھیجے ہیں، سب مرد ہی تھے۔

اور حدیث میں ہے:۔

لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً [۴]

---

[۱] البقرہ: ۳۰ [۲] ص: ۲۶ [۳] الانبیاء: ۷، [۴] بخاری

یعنی وہ قوم ہرگز کامیاب نہ ہو گی جس نے عورت کو اپنا حاکم بنایا۔

جب نائبِ خدا اور شاہِ ارض مرد ہے اور کل کائنات پر احکام جاری کرنے کا وہی حقدار ہے تو عورت پر بھی احکامِ نکاح طلاق وغیرہ جاری کرنے کا وہی حقدار ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کی امانت (احکامِ شریعت) کا بار بھی مرد (آدمؑ) نے ہی اٹھایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ [1]

یعنی ہم نے اپنی امانت آسمان وزمین اور پہاڑوں پر پیش کی انہوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمؑ نے اس کو اٹھا لیا۔

ابن جریر میں ہے:

عن ابن عباس قوله انا عرضنا الامانة الطاعة عرضنا علیها قبل ان یعرضها علی آدمؑ فلم تطقها فقال لآدمؑ انی قد عرضت الامانة علی السمٰوٰت والارض والجبال فلم تطقها فهل انت آخذها فقال یارب وما فیها قال ان احسنت جزیت وان اسأت عوقبت فاخذها آدمؑ فتحملها فذلك قوله وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

یعنی ابن عباس سے مروی ہے کہ امانت سے مراد طاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو آسمان وزمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ وہ اٹھا نہ سکے پھر آدمؑ سے فرمایا اے آدمؑ میں نے امانت آسمان زمین پہاڑوں پر پیش کی۔ وہ اٹھا نہیں سکے کیا تو اس کو اٹھائے گا۔ آدمؑ نے عرض کیا اس میں کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تو نیکی کرے گا جزا دیا جائے گا اور برائی کرے گا تو سزا پائے گا۔ آدمؑ نے اس کو اٹھا لیا۔ پس اللہ تعالیٰ کے قول وحملها الانسان سے یہی مراد ہے۔

اور ابن زید کے قول میں ہے:

[1] الاحزاب: ۷۲

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعرضہا اللہ علی آدم فقال بین اذنی و عاتقی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے امانت آدم پر پیش کی تو اس نے کہا میں نے یہ امانت اپنے کندھے پر اٹھالی۔

نیز ابن عباسؓ سے ہے:۔

الامانۃ الفرائض التی افترضہا اللہ علی العباد

یعنی امانت سے مراد فرائض ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کیے ہیں۔

قتادہؒ نے کہا:۔

یعنی بہ الدین والفرائض والحدود یعنی امانت سے مراد دین کے فرائض اور حدود ہیں۔

ان اقوال اور ان جیسے دیگر اقوال سے جو ابن جریر نے با سند روایت کیے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ امانت اللہ تعالیٰ نے آدم پر پیش کی تھی جو اس کی اہلیت اور استطاعت رکھتے تھے۔ حوا پر پیش نہیں کی کیونکہ وہ اس کی متحمل نہیں ہو سکتی تھیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسی کٹھن ذمہ داری جس کو سخت سے سخت تر مخلوق آسمان زمین پہاڑ نہ اٹھا سکے آدمؑ نے اٹھائی تو اصل حامل شریعت مرد ہی ہوا، بالتبع عورت بھی ہوئی مگر تعبدی احکام نماز، روزہ وغیرہ میں سیاسی امور جنگ جہاد اور حکومت وغیرہ مرد کا ہی حصہ رہا۔ لہٰذا نکاح طلاق وغیرہ جو سیاست (انتظام) سے تعلق رکھتے ہیں مرد کے اختیار میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح مرد کو تمام کائنات پر حکومت بخشی ہے اسی طرح اپنی ہم جنس عورت پر بھی حاکم بنایا ہے۔ ارشاد ہے:۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ [2]

یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔

[1] کتب القتل والقتال علینا و علی النساء جر الذیول ترجمہ ہم پر جنگ اور قتل و غارت فرض ... کی گئی ہے اور عورتوں پر دامن گھسیٹنا (یعنی گھروں میں رہنا)

[2] النساء: ۳۴

تفسیر جمل میں ہے:۔

یعنی ان اللہ تعالیٰ فضل الرجال علی النساء بامور منها زیادة العقل و الدین و الولایة و الشهادة و الجمعة و الجماعات و بالامامة لان منهم الانبیاء و الخلفاء و الائمة و منها ان الرجل یتزوج باربع نسوة ولا یجوز للمرءة غیر زوج واحد و منها زیادة النصیب فی المیراث و بیده الطلاق و النکاح و الرجعة و الیه الانتساب فکل هذا یدل علی فضل الرجال علی النساء [1]

"یعنی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر بہت سے امور میں فضیلت دی ہے منجملہ ان کے عقل، دین، ولایت اور شہادت مردوں میں زیادہ ہے۔ اور جہاد، جمعہ اور جماعت مردوں پر فرض ہے اور انبیاء، خلفاء (بادشاہ) اور ائمہ بھی مرد ہی ہوتے ہیں اور مرد چار عورتیں کر سکتا ہے عورت کے لیے بیک وقت ایک خاوند سے زیادہ جائز نہیں۔ اور مرد کو میراث سے زیادہ حصہ ملتا ہے اور طلاق، نکاح اور عورتِ مطلقہ سے رجوع کرنا بھی مرد کے اختیار میں ہے اور سلسلۂ نسب بھی مرد سے چلتا ہے۔"

پس یہ تمام چیزیں دلیل ہیں کہ مرد عورتوں سے افضل ہیں۔ صاحبِ جمل نے اس آیت سے عو[رت] پر مرد کی فضیلت کا استدلال کرتے ہوئے تصریح کی ہے کہ:۔

بیده الطلاق و النکاح و الرجعة یعنی طلاق، نکاح اور رجعت مرد کے اختیار میں ہے۔ یعنی عورت خود مختار نہیں۔ پس عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔

جس طرح دنیا کے کل امور کی حفاظت اور اصلاح نیز مرد و زن کے کل مسائل کی ذمہ داری مردو[ں] پر ہے اسی طرح آخرت کی اصلاح و فلاح کی ذمہ داری بھی مردوں پر عائد کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا [2]

یعنی مومن مردو! تم اپنے نفسوں اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

---

[1] تفسیر جمل جلد ۱: ۳۷۸ [2] التحریم: ۶

حاصل یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کے کل امور میں سردار، مختار، ذمہ دار اور جواب دہ مرد ہی ہے اور طلاق نکاح کرنے کرانے کا اختیار بھی مرد کو ہی ہے۔ عورت نکاح میں ولی نہیں ہو سکتی اور نہ اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر کرا سکتی ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔ یہاں تک مختصر طور پر مرد کی غرضِ پیدائش اور اس کا مقام بیان کیا گیا۔ آگے عورت کی حیثیت ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت حوا کی غرضِ پیدائش کے متعلق ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا[1]

یعنی اللہ ایسا قادر و منعم ہے جس نے تم کو ایک تن واحد (آدم) سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا (حوا) بنایا تاکہ وہ اس جوڑے سے اُنس حاصل کرے۔

دیگر عورتوں کی غرضِ پیدائش کے متعلق یوں ارشاد ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً[2]

یعنی اللہ کی قدرت کی نشانیوں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ ان سے اُنس و آرام حاصل کرو۔ اور تمہارے اور تمہاری بیویوں کے درمیان محبت اور رحمدلی پیدا کی۔

دوسری غرض عورت کی پیدائش سے اولاد ہے۔ ارشاد ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ[3] تمہاری بیویاں تمہارے لیے بمنزلہ کھیت کے ہیں کہ ان سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔

تیسری غرض عورت سے اولاد کی تربیت اور گھر بار کی حفاظت و نگرانی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ[4]

یعنی مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔

[1] الاعراف: ۱۸۹ [2] الروم: ۲۱ [3] البقرہ: ۲۲۳ [4] البقرہ ۲۳۳

نیز فرمایا:۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ [1]

جامع البیان میں ہے:۔

مطیعات لازواجہن تحفظ فی غیبته نفسہا و مالہ ،

یعنی نیک عورتیں وہ ہیں جو خاوندوں کی تابعدار اور ان کی عدم موجودگی میں اپنے نفس اور ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔

حدیث میں ہے:۔

والمرأة راعیة علی بیت زوجها وولده وهی مسئولة عنهم [2]

یعنی عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر نگران ہے اور وہ ان سے پوچھی جائے گی۔

اس آیت وحدیث اور دیگر آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ عورت اپنے نفس اور خاوند کے گھر مال واولاد کی مالک نہیں صرف نگران ہے۔ اسی واسطے وہ اپنے اور اپنی اولاد کے نان ونفقہ وغیرہ کی ذمہ دار نہیں بلکہ اس کا ذمہ دار مرد ہے جیسا کہ ارشاد ہے:۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ [3]

یعنی ان کا رزق اور لباس دستور کے مطابق باپ پر ہے۔

پس مذکورہ بالا سطور سے واضح ہو گیا کہ عورت کی غرضِ پیدائش گھر بار کی نگرانی، بچوں کی تربیت خاوند کا آرام و راحت اور خدمت ہے۔ فقط اس سے زیادہ اس کو اختیار دینا خلاف منشا الٰہی ہے لہٰذا وہ ولی نکاح نہیں ہو سکتی نہ اپنا نکاح خود کرا سکتی ہے۔

بایں ہمہ عورت عقل و دین میں ناقص بھی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:۔

اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ [4]

حاصل معنی یہ ہے کہ عورت ناقص عقل ہے۔ اسی واسطے وہ ادنیٰ چیزوں زیور وغیرہ کی دلدادہ ہے ا

[1] النساء: ۳۴ [2] بخاری ومسلم [3] البقرہ: ۲۳۳ [4] زخرف: ۱۸

مراتب آخرت حاصل کرنے سے غافل ہے۔ نیز بات کرنے میں کمزور ہے۔

حدیث میں ہے:

ما رایت من ناقصات عقل و دین اذھب للب الرجل الحازم من احدٰکن قلن وما نقصان دیننا وعقلنا یارسول اللہ، قال: الیس شہادۃ المرءۃ نصف شہادۃ الرجل، قلن: بلیٰ، قال: فذٰلک من نقصان عقلہا، قال: الیس اذا حاضت لم تُصَلِّ ولم تَصُمْ، قلن: بلیٰ، قال: فذلک من نقصان دینہا متفق علیہ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عورتوں سے زیادہ ناقصِ عقل و دین کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ عقل مند کی عقل بھی کھو دیتی ہیں۔ عورتوں نے عرض کیا کہ یا حضرتؐ ہمارے دین و عقل کا نقصان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا عورت کی گواہی مرد کی نصف گواہی کے برابر ہوتی ہے۔ یہ ان کے عقل کا نقصان ہے اور جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نماز روزہ نہیں کرتی یہ ان کے دین کا نقصان ہے [1]

اس حدیث میں آپ نے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ [2]

یعنی اگر دو مرد گواہ نہ ملیں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنالو۔ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے گی۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ عورت ناقصِ عقل اور کمزور فطرت ہے اور اس کی غرضِ پیدائش صرف مرد کا آرام و راحت و خدمت اور گھر کی نگرانی اور بچے جننا ہے تو اہم امور خلافت، نبوت، امامت، حکومت، جہاد، نکاح کرنا کرانا اور طلاق اس کے اختیار میں دینا عقلمندی نہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ عالم الغیب نے یہ

[1] بخاری و مسلم [2] البقرہ: ۲۸۲

تمام کام اس کے اختیار میں نہیں دیئے بلکہ ان سب کا مالک و مختار مرد کو بنایا ہے۔

اگر طلاق عورت کے ہاتھ میں ہوتی تو کوئی خانہ آباد اور کوئی مرد سکھی نہ ہوتا اور کسی آدمی کو چین اور سکون کی زندگی میسر نہ ہوتی۔ بات بات پر ناراض ہو کر طلاق دے کر رخصت ہو جاتی۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:۔

ع، شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

اسی طرح اگر نکاح کرنا کرانا اس کے اختیار میں ہوتا تو وہ اپنی کم عقلی، کوتاہ بینی، کم علمی اور کمزور فطرت کے باعث غیر مناسب اور غلط کار لوگوں کے دام فریب میں پھنس کر ان کی آرائش و زیبائش ظاہری سے دھوکہ کھا کر ان سے نکاح کر لیتی اور عمر بھر تلخیاں برداشت کرتی اور اپنے ورثا اولیاء کو بھی مصائب میں مبتلا کر دیتی جیسا کہ حضرت حواؑ نے آدمؑ کو اور خود اپنی ذات کو مصائب میں ڈال دیا:

لو لا حواء لم تخن انثیٰ زوجھا الدھر (بخاری و مسلم)

یعنی اگر حوا خیانت نہ کرتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند کی کبھی خیانت نہ کرتی۔

اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے جو ارحم الراحمین ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رحمۃ للعالمین ہیں، عورت پر شفقت کی کہ ولی کو اس کا شریکِ کار فرمایا اور بغیر اجازتِ ولی کے نکاح کی اجازت نہیں دی تاکہ وہ سوچ سمجھ کر اس کے لیے بہتر اور موزوں جگہ تجویز کرے اور تکلیف و نقصان سے بچائے۔ (باقی آئندہ)

طلبۂ دینی مدارس کے لیے خصوصی رعایت

"محدث" شمارہ ۲، ۳ اشاعت جنوری فروری ۱۹۷۱ء میں ماہنامہ "محدث" لاہور کے زر سالانہ کے سلسلہ میں ضروری وضاحت ہو چکی ہے کہ طلبہ کے لیے بھی زرِ سالانہ ۱۰ روپے ہی ہے۔ کیونکہ ہمارے قارئین کی اکثریت طالبانِ علم کی ہے۔ نیز طلبہ مدارس عربیہ کے لیے خصوصی طور پر ہم عربی مضمون شامل اشاعت کرتے ہیں۔ جس کا اردو ترجمہ اگلے شمارہ میں دیا جاتا ہے۔ اب دینی مدارس کے طلبہ کا شوق اور مالی حالت کے پیش نظر ادارہ "محدث" نے مزید سالانہ خریداری پر ۲۵٪ رعایت کا فیصلہ کیا ہے۔ اس لیے طلبہ ۷/۵۰ روپے زر سالانہ ارسال کریں۔ زر ششماہی ۵ روپے ہی ہوگا (ادارہ)

صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلّم

نقش ہو دل پر نقشۂ احمد صلّی اللہُ علیہِ وسلّم
لب پہ ہو جاری نغمۂ احمد صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

کب سے ہے پنہاں دل میں یہ ارماں، رحمتِ یزداں سے ہو نمایاں
صورتِ تاباں، جلوۂ احمد صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

رہبرِ آدم، محسنِ عالم، اسمِ معظّم حسنِ مجسّم
نیّرِ اعظم، چہرۂ احمد صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

شکل میں اجمل، عقل میں اکمل، خلق میں افضل، نطق میں فیصل
جامع و مجمل خطبۂ احمد صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

بہتر و برتر، طاہر و اطہر، ساقیٔ کوثر، شافعِ محشر
اللہُ اکبر رتبۂ احمد صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

محضرِ شفقت، چشمۂ رحمت، مخزنِ حکمت، معدنِ برکت
منبعِ شہرت شہرۂ احمد صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

جانِ محبت، کانِ مروّت، بحرِ سخاوت، فخرِ رسالتؐ
ختمِ نبوّت عہدۂ احمد صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

صاحبِ عظمت، مالکِ سطوت، نورِ ہدایت، شمعِ صداقت
مظہرِ رحمت دیدۂ احمد صلی اللہ علیہ وسلم

جرم سے نفرت، ظلم سے کلفت، علم سے رغبت، علم سے الفت
وعظ و نصیحت اسوۂ احمد صلی اللہ علیہ وسلم

حق کا دولارا، نبیوں میں نیارا، آنکھوں کا تارا، دل کا سہارا
رشتوں میں پیارا رشتۂ احمد صلی اللہ علیہ وسلم

ان کی محبت، ان کی اطاعت، وجہِ مسرت باعثِ راحت
جنتِ عشرت کوچۂ احمد صلی اللہ علیہ وسلم

گھر کو جلائے، زر کو لٹائے عاجز جائے، مقصد پائے
ہو کے فدائے جادۂ احمد صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام سرمایہ داریت ہے نہ اشتراکیت

الشیخ حماد بن محمد الانصاری ——— چوہدری عبدالحفیظ ایم۔اے (مترجم)

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ "سرمایہ داری" اور "اشتراکیت" زندگی کے صرف معاشی پہلو سے تعلق رکھتے ہیں اور انسان کی سماجی، سیاسی اور دینی زندگی سے ان کا کوئی واسطہ نہیں، وہ سخت غلطی فہمی میں مبتلا ہیں اور دونوں نظاموں سے واقف نہیں، کیوں کہ سرمایہ داروں اور اشتراکیوں نے اپنی اپنی کتابوں اور اعلانات کے ابتدائی صفحات میں ہی ان تمام باریک نکات کو واضح کر دیا ہے جن کے اتباع کی وہ دعوت دیتے ہیں؛ "سرمایہ دارانہ نظامِ زندگی" اور "اشتراکیت" پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں اور جو بیانات شائع ہو چکے ہیں وہ ان دونوں مذاہب کی تعلیم سے متعلق ہمارے لئے حجت قاطعہ ہیں اور کسی انسان کو خواہ وہ عالمِ دین ہو یا فلسفی، یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ "سرمایہ داری" یا "اشتراکیت" کا اطلاق کسی ایسی چیز پر کرے جو ان کتابوں اور بیانات کی مذکورہ اصطلاح کے منافی ہو ——— اور جس شخص نے بھی "سرمایہ داری" اور اشتراکیت کی مذکورہ تصریحات کے خلاف ان کا استعمال کیا ہے وہ یا تو جھوٹا ہے یا ان میں تحریف اور تغیر و تبدل کا مجرم ہے یا پھر وہ علم سے کلیۃً بے بہرہ ہے کہ بغیر کسی تحقیق اور بغیر کسی علم کے ان اصطلاحوں کو استعمال کرتا ہے، یہ دونوں باتیں غلط اور شر انگیز ہیں۔

جو صاحب نظر ان کتابوں اور ان بیانات پر غور کرتا ہے جو اشتراکیوں اور سرمایہ داروں نے اپنے اپنے مذاہب کے بارے میں تالیف کی ہیں وہ اس بات کو واضح طور پر جان لیتا ہے کہ یہ دونوں مذہب انسان کی صرف اقتصادی زندگی سے ہی بحث نہیں کرتے بلکہ اس کی سماجی، دینی اور سیاسی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہیں اور ان مذاہب کا جس طرح معاشیات کے بارے میں خاص نقطۂ نگاہ ہے اسی طرح زندگی کے تمام پہلوؤں پر حلت و حرمت کے احکامات موجود ہیں (اس ثبوت کے لئے) ہر صاحب نظر کمیونزم کے بانی مسٹر کارل مارکس کے چارٹر میں جو کہ اشتراکی نقطۂ نظر کی بنیاد ہے، دیکھ سکتا ہے کہ اس میں اقتصادیات کے ساتھ ساتھ عائلی

زندگی، شادی سے متعلق نظریات اور جنسی اختلاط سے متعلق ہر قسم کا مواد موجود ہے۔ بعینہٖ یہی حال دوسرے
کمیونسٹوں اور "انقلابی اشتراکیت" کے دعویداروں کی کتابوں اور بیانات کا ہے۔

اشتراکیوں کی طرح "سرمایہ داری" کی کتابوں کی ورق گردانی اور ان کے بیانات کا جائزہ لینے سے بھی میاں
بیوی کے تعلقات اور سماجی اور معاشرتی احکامات کی تفصیلات مل جاتی ہیں، سرمایہ داری میں بھی روحانی
سیاست سے متعلق احکامات اور نظامِ ریاست کے ساتھ ساتھ اقتصادی ڈھانچے کی بھی ساری جزئیات شامل
ہیں ـــــ قارئین کرام کے استفادے کی خاطر ہم دونوں مذاہب کے اہم بنیادی اصولوں کو مختصراً
کرنے میں کوئی عیب نہیں سمجھتے۔

(اوّل) سرمایہ داری

اسے سرمایہ داروں نے "مذہب آزادی" کا نام بھی دیا ہے۔ یہ مذہب
حال میں فرد کی آزادی کی ضمانت کا دعویدار رہے۔

(۱) اقتصادی نظریہ،

نظامِ معیشت کے متعلق سرمایہ داری کا اصول یہ ہے کہ انسان کو ہر طریق سے
دولت جمع کرنے کی آزادی ہے حتیٰ کہ سُود، ذخیرہ اندوزی قحبہ گری، اور شر
شاہد کے ذریعے سے حاصل کردہ دولت بھی جائز ہے جس طرح فرد کو ہر طریق سے دولت سمیٹنے کا اختیار ہے
طرح اسے اپنی دولت کے خرچ کرنے میں بھی پُوری آزادی ہے کہ وہ اپنی دولت شراب و کباب لہو و لعب جو
رنڈی بازی حتیٰ کہ رقص و سرود کی محفلوں پر بھی خرچ کر سکتا ہے ـــــ کسی انسان بلکہ حکومت کو بھی یہ حق نہیں
کہ فرد کی ذاتی زندگی میں مداخلت کرتے ہُوئے اسے بعض اخراجات سے روک دے۔ اگر کوئی ریاست
حکومت فرد کی پرائیویٹ زندگی میں مداخلت کرتی ہے تو یہ زیادتی اس کی زندگی کے ارتقاء میں رکاوٹ متصور
اور مذہب سرمایہ داری کے اصولِ آزادیٔ تصرف کے یکسر منافی ہو گی۔

(۲) سماجی نقطۂ نگاہ،

کے لحاظ سے سرمایہ داری میں عائلی زندگی اور ازدواج کو تو تسلیم کیا گیا
مگر ساتھ ہی سرمایہ داری میں مرد اور عورت کا بغیر نکاح کے اِتصال بھی جا
اور اگر فریقین (مرد اور عورت) اِس اتصال (بدکاری) کے لئے باہم رضامند ہوں تو یہ کوئی عیب نہیں اور
وہ کسی سزا کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

(۳) سرمایہ داری میں دینی زندگی میں بھی فرد کو ہر قسم کی آزادی ہے، وہ اچھے یا برے جس قسم کے عقائد و اعمال اپنانا چاہے اپنا سکتا ہے اور معاشرے میں ایک فرد کو دوسرے فرد کے دینی خیالات یا عقائد میں دخل اندازی اور دینی نظریات کی تحقیر کی اجازت نہیں ہوتی ان کے ہاں دین صرف قدیم اور محدود پیرائے میں انسان اور اس کے معبود میں عبادت کے اظہار کا ایک وسیلہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں دین رہبانیت کا دوسرا نام ہے جس کا زندگی کے ہنگاموں سے کوئی سروکار نہیں اور حلت و حرمت کے پیمانوں کا دین سے کوئی واسطہ نہیں —— پس سرمایہ دار مذہب اور سیاست کو ایک دوسرے سے الگ تھلگ تسلیم کرتے ہیں۔

(۴) جہاں تک سرمایہ داری میں طرزِ حکومت کا تعلق ہے یہ جمہوریت کے طریق کو تسلیم کرتے ہیں اور جمہوریت کی تعریف، جیسا کہ جمہوریت کے کارپردازوں نے اسے بیان کیا ہے۔ یہ ہے "عوام کی حکومت عوام کے ذریعے سے اور عوام کی خاطر[1]" —— اس کا مطلب یہ ہے کہ عوام کو جمہوریت کی حکومت بنانے کا کلی اختیار حاصل ہے۔ وہ اپنے اوپر حکومت کے لئے جس کو چاہیں منتخب کر سکتے ہیں اور ان عوامی نمائندوں کو ہی ریاست اور افراد سے متعلق قوانین بنانے اور نظم و نسق کے قواعد و ضوابط تیار کرنے پڑتے ہیں۔

دوم۔ مارکسی اشتراکیت یا کمیونزم عرفِ عام میں ایک خاص جماعت کے فکر و نظر کو اس مذہب کی اساس مانا گیا ہے اور اس مذہب میں فرد کو کسی بھی چیز میں جو وہ چاہتا ہو آزادی اختیار حاصل نہیں بلکہ وہ تو فرد کو (مشین کے پہیے میں فٹ) ایک پرزے سے تشبیہ دیتے ہیں جو جماعت کے گرد اس طرح گردش کرتا ہے، جس طرح مشین کے ایک جزو کی حیثیت سے پہیہ حرکت کرتا ہے اور اس لحاظ سے فرد کو (جماعتی نظام پر) کسی قسم کے اعتراض یا نکتہ چینی کا حق حاصل نہیں ہے۔

---

(1) "Democracy is a government by the peaple, of the peaple, for the peaple."

(۱) اقتصادی نظریئے کے مطابق یہ مذہب انسان کو ذاتی ملکیت کے حق سے محروم گردانتا
اس کا اعلان یہی ہے کہ فرد کو زمین ہو، کارخانہ ہو، یا ضروریاتِ زندگی ہی کیوں نہ ہوں، ان میں ذاتی ملکیت کا حق
نہیں ہے، ملکیت کا حق اگر کسی کو حاصل ہے تو ان کے نزدیک صرف وہ جماعت ہے جو حکومت کرتی ہے، ا
حکومت کی غلام متصور ہوتی ہے، جس پر ریاست کے تمام احکام کو بجا لانا فرض ہوتا ہے۔ فرد کو خواہ کسی جگہ
متعین کر دیا جائے، اس کو حکومت کے اس فیصلے پر کسی اعتراض کا حق نہیں ہوتا، اس خدمت کے معاوضے کے طور
ان کے طعام، قیام اور لباس مہیا کرنے پر اکتفا کرتی ہے، اور قیام و طعام کا معیار ریاست کی اپنی منشا کے مطابق

(۲) سماجی حالت کمیونزم میں خاندانی زندگی اور شادی بیاہ کو فرد کی ترقی اور مساوات میں ا
رکاوٹ تصور کیا گیا ہے۔ پس اس لحاظ سے یہ مذہب عائلی زندگی اور نکا
پابندیوں کی یکسر نفی کرتا ہے اور اس بات کو باعثِ فضیلت تسلیم کرتا ہے کہ جو مرد جس عورت سے چاہے میں
رکھ سکتا ہے۔ میل ملاپ کے بعد اولاد کی پرورش کی ذمہ دار حکومت ہوتی ہے۔ یہ نظریہ لینن کے زما
میں کمیونزم کی پہلی انقلابی تحریک میں ہی نافذ العمل ہو گیا تھا، لیکن جس طرح اقتصادی نظام میں قلتِ پیداوار
اپنے ملک کی تیزی سے بڑھتی ہوئی پسماندگی کو دیکھ کر اشتراکیوں نے اب زرعی زمین کی ملکیت
محدود پیمانے پر ہی "جائز" تسلیم کر لیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے حسب و نسب اور نسل کے خاتمہ کے خوف سے مرد او
کے عام میل ملاپ کے خود ساختہ اصولوں سے بھی اب تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹنا شروع کر دیا ہے۔

(۳) دینی حالت دین سے متعلق کمیونزم کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا وجود، رسولوں کا آنا
آخرت کا تسلیم کرنا محض خرافات اور گمراہی کی باتیں ہیں، جنہیں قرونِ وسطیٰ میں، دین کے نام نہاد پیشوا
اپنے ذہنوں سے گھڑ لیا تھا تاکہ وہ لوگوں کو غلام بنائے رکھیں اور عوام ان سے اس قدر خوف کھائیں کہ زندگی کی
ضروریات کا مطالبہ نہ کریں۔ پس اس خاص مقصد کی خاطر انہوں نے عوام کے لئے خدا، یوم آخرت، جنت
اور اس قسم کے تصورات کو گھڑ لیا ہے۔ اسی خاص نقطۂ نگاہ کے پیش نظر وہ دین و ایمان کی ہر قسم کے خلاف
رہتے ہیں ——— اگرچہ اپنے سیاسی اجتماعات میں وہ اس دین دشمنی کو چھپاتے اور منافقت کا ثبوت
ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کا یہ قول زبانِ زد خاص و عام ہے۔ "مذہب عوام کے لئے افیم ہے" الدین أفیون

(۴) سیاسی حالت یا طرزِ حکومت

کمیونزم کی بنیاد پرولتاری ڈکٹیٹر شپ[1] پر قائم ہے۔ مراد یہ ہے کہ کسان اور مزدور زندگی کے تمام شعبوں پر حکومت کرتے ہیں۔ اور کمیونسٹوں کے علاوہ کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کرے، گورنمنٹ کے فیصلوں پر تنقید کرے یا یہ امید رکھے کہ حکومت میں کوئی شخص اس کی رائے کو بھی پیش کرے۔ یہ ایسا جرم ہے جس کی سزا موت ہے اور جس کو اس تیزی سے عملی جامہ پہنایا جاتا ہے کہ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ——— مختصر مگر جامع نکات سے ان دونوں مذہبوں کے بارے میں یہ بات واضح ہے کہ ان کا دائرۂ اختیار صرف معاشی نظام اور اس کے احکام تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ دوسرے شعبہ ہائے زندگی سے متعلق بھی بحث کرتے اور ان کیلئے ضروری احکامات جاری کرتے ہیں۔

"سرمایہ داری" اور "اشتراکیت" کو صرف اقتصادی نظام تسلیم کرنے کی غلطی، گمان باطل کا نتیجہ ہے اور بہت سے لوگ حتیٰ کہ علماء حضرات اور مسلم مصنفین کی ایک جماعت بھی اسی رَو میں بہ گئی ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اسلام کو "سرمایہ داری" یا "اشتراکیت" کا نقیب کہنا یا اسے "سرمایہ دارانہ اسلام" یا "اسلامی اشتراکیت" کا نام دینا اسلام کی تحقیر اور تذلیل کے مترادف ہے ——— اور اسلام کے متعلق اس قسم کی حاشیہ آرائی ان اسلامی حقائق پر عدم غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ جن کے بارے میں چاہیئے یہ تھا کہ ان کی اچھی طرح تحقیق کی جاتی، پھر اس علمی تحقیق اور واضح دلائل و براہین کی روشنی میں اسلام کے بارے میں کوئی فیصلہ صادر کیا جاتا۔

شاید کوئی یہ کہے۔ کہ اسلام کے بارے میں یہ جلد باز جو کبھی "اشتراکیت" کے نام کے ساتھ اس کی تذلیل کرتے ہیں اور کبھی "سرمایہ داری" سے منسوب کر کے اس کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ شائد وہ حسن نیت کے مفروضے پر ہی اپنے خیالات کی بنیاد رکھتے ہیں نیتوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں لیکن اس قسم کی دیدہ دلیری جس سے اسلام کی تذلیل ہو اور اس کو ایسے ناموں اور نظریات سے منسوب کیا جائے جو اسلامی احکام سے کلیۃً متعارض ہیں ——— بہت بڑی جسارت ہے جس کو حسن نیت کے نام نہاد دعوے کی بنا پر جائز تسلیم نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ ایسے نظریات ہیں جن کو احمق کافروں کے ہاتھوں نے ترتیب دیا ہے اور اپنے شیطانی تاثرات و جھوٹی ملمع کاری کے ذریعے خود تسلیم کیا ہے، کیونکہ اس طرح اسلام کو مسخ کرنے اور اس کے ان سچے اور

(۱) پرولتاری ڈکٹیٹر شپ سے مراد مزدور راج ہے جس میں ایک پارٹی کی حکومت ہوتی ہے اور یہ پارٹی کا ہر فیصلہ قانون ہوتا ہے جس کے سامنے عوام کو دم مارنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

نیچے احکام کا حلیہ بگاڑنے میں انہیں آسانی ہوتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان سے نازل فرمایا ہے۔ اس بدترین جرم کے مرتکب لوگوں کی حسن نیت (اگر اس کو حسن نیت ماننے کی کوئی گنجائش ہو) ان کا دفاع کبھی نہیں کر سکتی اور کر بھی کیونکر سکتی ہے؟ جو اسلام کو ہر وہ لباس پہنانے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے جو ہر زمانے کے شیاطین کے ہاتھوں تیار ہوتا آیا ہے۔

یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو جہالت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں، ان کا دفاع کوئی نہیں کرتا اور اللہ تعالےٰ نے ہر مسلمان کو ٹامک ٹوئیاں مارنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے:۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ——

ترجمہ:۔ جس چیز کا تجھے علم نہ ہو اس سے متعلق اٹکل پچو باتیں نہ کیا کر، بے شک کان، آنکھیں اور دل ان تمام چیزوں سے بازپرس ہو گی۔

- ان احمقوں کو جو اسلام کو ہر جدید نام کا لباس پہنا کر خوشی محسوس کرتے ہیں یہ کس طرح لائق ہے کہ وہ اسلام پر لفظ اشتراکیت کا اطلاق کریں؟؟
- کیا اسلام جائز طریق پر حاصل کردہ فرد کی ذاتی جائیداد سے بھی اسے محروم کرتا ہے؟
- کیا اسلام پاکیزہ عائلی زندگی اور ازدواج کے مقدس نظام کو ٹھکرا کر اسے زنا اور بدکاری میں تبدیل کرنے کا حکم دیتا ہے ——؟؟
- یا —— کیا اسلام وجود باری تعالیٰ، یوم آخرت اور رسولوں کی رسالت کا انکار کرتا اور اسے خرافات قرار دیتا ہے ——؟؟
- بلکہ —— کیا اسلام ڈکٹیٹر شپ اور رعایا کی گردن زدنی کو حکام کی اپنی منشا کے مطابق جائز اور صحیح گردانتا ہے ——؟؟

یہ ہیں انقلابی اشتراکیت کے اہم ترین بنیادی نکات، اگر اسلام ان نکات کو تسلیم کرتا ہے تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اسلام اور اشتراکیت میں باہم کوئی تضاد نہیں (جب دونوں ایک ہیں۔ تو) اس حال میں اشتراکیت کے لفظ کا اسلام پر اطلاق کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں، اور جب یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ اسلام

ان نظریات اور گمراہیوں کا مخالف ہے تو پھر اس کو یہ نام (اشتراکیت) دینا کیا معنی رکھتا ہے اور یہ کتنا گھناؤنا جُرم ہے کہ ہم اسلام پر اشتراکیت کا نام چسپاں کریں؟ یا یہ ——

- کہ لوگوں کے لئے کس طرح جائز ہے کہ وہ اسلام پر سرمایہ داری کا لیبل لگائیں۔؟؟
- (یہ بتائیے کہ) کیا اسلام آج بھی ہر (جائز و ناجائز) طریقے سے مال جمع کرنے کی اجازت دیتا ہے خواہ وہ سُود اور
- ذخیرہ اندوزی کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو؟؟
- کیا اب بھی اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ مال کو جس طریق پر انسان چاہے خرچ کرے حتیٰ کہ وہ اسے شراب وکباب، لہو ولعب اور اُس بازار کی رقص کرتی ہُوئی سُرخ اور روشن راتوں کی نظر کر دے؟!
- بلکہ کیا اسلام ایک مرد کو عورت سے باہمی رضامندی کی بنا پر زنا کی اجازت دیتا ہے؟؟
- یا —— کیا اسلام اس بات پر اکتفا کرتا ہے کہ اسے اس قدر تنگ اور محدود مانا جائے کہ —— اسلام بندے اور اس کے معبود کے درمیان صرف عبادات کے محدود ترین مفہوم کے ساتھ ایک تعلق کا نام ہے اور اسلام کے احکام کو زندگی کی مشکلات کو حل کرنے، کسی چیز کو جائز قرار دینے، اسے ناجائز کر دانے اور انسانی زندگی کی حلت وحُرمت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں؟؟
- کیا اسلام اس نظریئے کی تائید کرتا ہے کہ دین الگ اور سیاست الگ ہے —اور— کیا اسلام میں زندگی کے مسائل اور حوادثات میں احکام خداوندی کو چھوڑ کر لوگوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ اپنی اصلاح و تعمیر سے متعلق جس طریق کو وہ مناسب سمجھیں اُسے اپنا لیں؟؟

یہ ہیں سرمایہ داری (یعنی مذہب آزادی) کے اہم بُنیادی نکات —— اگر اسلام ان نکات کو بھی تسلیم کرتا ہے تو پھر ہمیں یہ کہنے میں کوئی عار نہیں —— کہ اسلام کا سرمایہ داری سے بھی کوئی ٹکراؤ نہیں، اور اگر اسلام ان نکات کو تسلیم نہیں کرتا تو پھر بہتان تراشی اور افترا پردازی کے ذریعے اسلام پر سرمایہ داری کا اطلاق کس طرح جائز ہے؟؟

- کیا ایمانداروں کے لیے یہ لائق اور مناسب نہیں ہے کہ وہ اوّلاً تو اسلام کو اچھی طرح ذہن نشین کریں اور ثانیاً نئے مذاہب کی جدت طرازیوں کی ان کے اصلی ماخذوں کی روشنی میں تحقیق کریں اور پھر ان نظریات

کے بارے میں اسلام کی صحیح رائے پیش کریں، جہاں تک اسلام کو سرمایہ داری یا اشتراکیت سے منصف کرنے والوں کے بزعم خویش نیک اور عمدہ مقصد کا تعلق ہے (وہ مناسب نہیں) اور جس طرح بعض اسلامی ادیبوں میں سے ایک نے اپنی کتاب کے مقدمے میں اسلامی اشتراکیت کی صراحت کرتے ہوئے یوں لکھا ہے :۔ یہ اصطلاح (اسلامی سوشلزم) عوام میں مقبول عام ہو گئی ہے لہذا میری مراد اس سے عوام کو اپنی طرف مائل کرنا ہے۔ پس اسی لئے میں نے اس لفظ کو اسلام کے ساتھ منتقی کر دیا ہے ——— یہ تو ایک بڑی انوکھی بات ہے، صرف انوکھی ہی نہیں، بلکہ عجیب وغریب بھی ہے !! ——— (کیا میں پوچھ سکتا ہوں ؟) اگر بالفرض لفظ نصرانیت اور یہودیت بھی عوام میں محبوب ہو جائیں۔ تو کیا یہ جائز ہوگا کہ ہم اسلام کو ان الفاظ سے بھی پیوند کر دیں اور یوں کہیں "اسلامی نصرانیت"۔ یا "اسلامی یہودیت" ——— سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ؕ (ترجمہ :۔ "یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ پروردگار ! تیری ذات ہی پاک ہے۔")

● ــ اے مسلمانو ! اے مومن نوجوانو ! ان دسیسہ کاریوں اور ان ناموں (سوشلزم اور سرمایہ داری) کو مکمل طور پر ذہن نشین کر لو جن کے ذریعے وہ حقیقتِ اسلام سے نفرت دلانے، اس کی حاکمیت کو مٹانے اور اسلام کو زندگی کی کشمکش سے الگ کرنے کی سازشیں کرتے ہیں ——— اور تم اچھی طرح جان لو کہ اسلام، وہی اسلام ہے جس کی قرآن مجید اور سنتِ صحیحہ میں وضاحت موجود ہے۔ اور اس اسلام سے جو بھی روگردانی کرے گا، وہ دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہوگا۔ وما توفیقی إلا باللہ العلی العظیم۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خریداری نمبر

معاونین "محدث" کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ان کا نمبر خریداری "محدث" کے لفافہ پر درج کر دیا گیا ہے، نوٹ فرمالیں ——— ہر قسم کی خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ دیں۔

(ادارہ)

علمِ ریاضی سے مسلمانوں کا اعتنا

(جناب اختر راہی، ایم۔ اے)

ریاضی غالباً تاریخ انسانیت کا قدیم ترین علم ہے۔ جوں ہی انسان نے شہری زندگی اختیار کی۔ ناپ تول اور پیمائش کے لیے چند واضح اصولوں کی ضرورت نے ریاضی کی داغ بیل ڈال دی تاریخ کے ساتھ ساتھ اس سرمائے میں اضافہ ہوتا رہا۔ ہر قوم نے اپنے دورِ عروج میں ریاضی کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔

ریاضی کی ایک شاخ "علم ہندسہ" (Geometry) ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا آغاز مصر کی سرزمین سے ہوا۔ مصری لوگ اس علم کا اطلاق زمین کی پیمائش پر کرتے تھے۔ اہرامِ مصر کو دیکھتے ہوئے اس خیال کی توثیق ہو جاتی ہے کہ وہ لوگ ہندسہ میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ مصری جریب کش (Rope Stretcher) ہندسہ کے اہم اصولوں سے واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جس مثلث کے اضلاع تین چار، اور پانچ کی نسبت میں ہوں وہ قائم الزاویہ ہوتی ہے۔

یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ ۱۴۰۰ ق۔م میں مصریوں کے کھیت چوکور اور بالخصوص مستطیل شکل کے ہوتے تھے۔ بابل کے پیش گو بھی ہندسہ سے واقف تھے وہ اپنے زائچوں میں ہندسی اشکال کا استعمال کرتے تھے۔ بابل اور مصر میں مکانوں کی چھتوں اور دیواروں پر ہندسی اشکال بنائی جاتی تھیں۔

حکیم احمز (Ahmes) پہلا مہندس ہے جس نے ۱۷۰۰ ق۔م میں مسطحات کے چند اصول لکھے تھے۔ یہ اوراق برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔

یونان میں علم ہندسہ کا حقیقی آغاز حکیم تھیلز (Theles) سے ہوا۔ حکیم تھیلز، ملطس (Miletus) میں ۶۴۰ ق۔م میں پیدا ہوا اور اس نے ایتھنز میں (۵۴۸ ق۔م) وفات پائی۔ تھیلز مصر میں بغرضِ تعلیم آیا تھا اور اسے علم ہندسہ سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ یونان واپس جا کر اس نے ملطس میں ایک مدرسہ کھولا جہاں علم ہندسہ کی تعلیم کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔

" راسی متقابلہ زاویوں کی مساوات" اور "متساوی الساقین کے قاعدہ کے زاویوں کی مساوات" سے تفصیلہ بخوبی واقف تھا وہ یہ بھی جانتا تھا کہ نصف دائرے کا زاویہ قائمہ ہوتا ہے۔ ایک ضلع اور دو زاویوں سے وہ مثلث بنانا جانتا تھا۔ اس نے اہرام مصر کی بلندی ہندسی طریقے سے معلوم کی تھی۔ اسی طرح سمندر میں جاتے ہوئے جہاز کے فاصلے کا اندازہ لگانے کے لیے اس نے ہندسی طریقے اختیار کئے تھے۔

تھیلز (Thales) کے بعد اس علم کو اس کے نامور شاگرد فیثاغورث نے چار چاند لگائے اس نے ریاضی دانوں کو جمع کیا اور ایک انجمن تشکیل کی جو فیثاغورثی برادری (Pythagorean Brother-hood) کہلاتی ہے۔ اس نے کروٹونا (Crotona) میں ریاضی کا مدرسہ کھولا۔ اس نے مثلث اور منتظم کثیر الاضلاع کے زاویوں کی مقدار کے اصول وضع کئے۔ وہ مثلث کو مساوی الرقبہ متوازی الاضلاع میں تحویل کرنے کے طریقے سے واقف تھا۔ تناسب (Proportion) مقادیر اصم (Surd) کی ہندسی طریقے سے وضاحت کر سکتا تھا۔

فیثاغورث کی قائم کردہ انجمن کے ارکان انگنیا۔ (INSIGNIA) کے طور پر منتظم مخمس کا نشان استعمال کرتے تھے۔

اس کے بعد علم ہندسہ کی خاصی ترقی ہوئی۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں کئی ہندسی پیدا ہوئے ان میں ہپوکرٹس (HIPPOCRATES) نمایاں ہستی ہے۔ ہپوکرٹس کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے پہلی بار زاویوں کے اس پر حروف لکھ کر پڑھنے کا طریقہ اختیار کیا۔

افلاطون (۴۲۷ ق۔م تا ۳۴۷ ق۔م) نے ایتھنز سے باہر درختوں کے جھنڈ میں علمی ادارہ قائم کیا جس کا نام "اکیڈمی" رکھا، اکیڈمی کے دروازے پر مرقوم تھا۔

" ریاضی سے نابلد شخص کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں "

افلاطون نے ہندسی اصطلاحات کی وضاحت کی۔ اس نے ہندسی اشکال پرکار اور پیمانے سے بنانے کے اصول وضع کئے اس نے ہندسی مسائل کے ثبوت کے لیے اثباتی طریقہ رائج کیا۔

حکیم افلاطون کا نامور شاگرد یوڈوکسس (Eudoxus) نے متناسب اور مشابہ اشکال پر تفصیلی بحث

کی ہے۔ اس نے خطِ زریں تقسیم (Golden Section) کا طریقہ معلوم کیا اور اہرامِ مصر کے حجم کا اندازہ لگایا

حکیم ارسطو نے طبعی مسائل کے حل میں ہندسی طریقے برتے۔ چنانچہ اس دور میں ہندسین نے تمام مسائل کی تدوین کی کوشش کی۔ اس قسم کے کام میں اقلیدس ( ) کو نمایاں مقام حاصل ہے۔

اقلیدس یونانی مہندس تھا جو سکندریہ کی یونیورسٹی میں ریاضی کا پہلا پروفیسر مقرر کیا گیا تھا۔ یہ یونیورسٹی میں ریاضی کا پہلا پروفیسر مقرر کیا گیا تھا یہ یونیورسٹی شاہ بطلیموس (Plotamy) نے ۳۰۱ ق۔م میں قائم کی تھی۔ اقلیدس نے علم ہندسہ کی سب سے پہلی باضابطہ کتاب لکھی تھی۔ یہ کتاب "مبادیات" (Elements) کے نام سے مشہور ہوئی۔ "مبادیات" "تیرہ ابواب" پر مشتمل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مذہبی کتابوں کو چھوڑ کر کسی یونانی تصنیف کو اس قدر نہیں پڑھا گیا اور کسی دوسری کتاب کے اس قدر تراجم نہیں ہوئے۔ قرونِ وسطیٰ میں تقریباً ہر ملک میں یہ کتاب شاملِ نصاب تھی۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی بیسویں صدی تک مبادیات کے پہلے چار حصے نصاب میں شامل رہے تھے۔

مبادیات سب سے پہلے لاطینی زبان میں ۱۴۸۲ء میں منتقل ہوئی۔ اقلیدس کے پیش کردہ مہندسی حل آج بھی پڑھے جاتے ہیں۔ اقلیدس نے فیثاغورث کے مسئلے کا جو حل پیش کیا آج تک مروج ہے۔

حکیم اقلیدس کے بعد ارشمیدس، ہیرو اور حکیم اپولونیس (Apploneus) اہم مہندس گزرے ہیں ارشمیدس نے پائی (π) کی قیمت معلوم کی۔ ہیرو نے مثلث کا رقبہ معلوم کرنے کا کلیہ دریافت کیا۔

مثلث کا رقبہ $\sqrt{\text{ص (ص - ا) (ص - ب) (ص - ج)}}$ جب کہ ا، ب اور ج مثلث کے ضلعوں کی پیمائشیں ہیں۔ اور ص تینوں ضلعوں کے مجموعے کا نصف ہے یعنی

$$\text{ص} = \frac{\text{ا + ب + ج}}{2}$$

حکیم اپولونیس نے مشہور مسئلے کا حل پیش کیا کہ "ایک مثلث کے دو ضلعوں پر کے مربعوں کے مجموعے تیسرے ضلعے کے نصف اور تیسرے ضلعے کے وسطانیے پر کے مربعوں کے دو چند مجموعے کے تیسرے ضلعے کے وسطانیے پر کے مربعوں کے دو چند مجموعے کے برابر ہوتا ہے"

۱۴۶ ق۔م میں یونان اور ۳۰ ق۔م میں مصر کو رومیوں نے فتح کر لیا اور دونوں ملکوں کو

سلطنت روما کا حصہ بنا لیا۔ مصر و یونان پر قابض ہونے کے باوجود رومیوں نے علم ہندسہ کے سلسلے میں اقلیدس کی "مبادیات" ہی کا ترجمہ کیا اور یہی ان کی درس گاہوں میں شامل نصاب رہا۔

۶۲۲ء میں اسلامی مملکت "مدینہ" کی بنیاد رکھی گئی۔ اور ۶۳۰ء (۸ھ) میں جزیرہ نمائے عرب اسلامی مملکت میں شامل ہوا۔ تین سال بعد (۱۱ھ) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور ان کے جانشین حضرت ابوبکرؓ صدیق (م ۱۳ھ) ہوئے۔ خلافت راشدہ کا نصف اول توسیع مملکت اور حسن انتظام میں گزرا اور باقی نصف خانہ جنگی کی نذر ہوا۔ اس لیے اس تیس سالہ دور میں مسلمان دوسری اقوام کے علوم و فنون کی طرف توجہ نہ دے سکے۔

خلافت راشدہ کے بعد حکومت کی باگ ڈور خاندان امیہ کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی۔ اس خاندان کا درویش صفت خلیفہ خالد بن یزید علم پرور اور علم دوست شخص تھا۔ خالد نے مصر سے یونانی حکماء کو بلا کر کیمیا اور طب و نجوم کی کتابوں کے عربی تراجم کرائے۔ دوسرے لفظوں میں اسلامی حکومت کو تین چوتھائی صدی بھی نہ گزرنے پائی تھی کہ طبیعاتی علوم کے مطالعے کا ذوق مسلمانوں میں پھیلنے لگا۔

(۱۳۲ھ) کو اقتدار اموی خاندان سے عباسی خاندان کو منتقل ہو گیا۔ اس خاندان سے عباسی خاندان کو منتقل ہو گیا۔ اس خاندان کا پہلا حکمران سفاح ۷۵۳ء (۱۳۶ھ) میں فوت ہوا اور ابوجعفر منصور (م ۱۵۸ھ) تخت نشین ہوا۔ اسی خلیفہ کے دور حکومت میں بغداد کی تعمیر ہوئی۔ ابن اثیر ۱۴۵ھ کے واقعات میں لکھتا ہے۔

"عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے مختلف صوبوں کے حکام کو لکھا کہ ان کے یہاں جو معمار مزدور اور قابل اعتماد "مہندس" ہوں۔ انہیں بغداد کی تعمیر کے لیے روانہ کر دیا جائے۔"

ابوجعفر منصور کو یونانی کتابوں سے جو عشق تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ

"ابوجعفر نے ملک روم کے پاس پیغام بھیجا کہ کتب تعالیم کا ترجمہ کر کے اس کو بھیجے۔ ملک روم نے کتاب اقلیدس اور چند کتب طبیعات ارسال کیں۔"

اقلیدس کے تراجم چنانچہ اقلیدس کی ہندسی تالیف "مبادیات" کا عربی میں ترجمہ ہوا۔ اس کتاب کا دوسرا نام "الاصول" اور "کتاب الارکان" بھی ہے ابن خلدون کے بیان کے مطابق مسائل کی شرح و بسط کے لحاظ

سے یہ کتاب طلبہ کیلئے نہایت موزوں اور مناسب تھی۔ مختلف ترجموں کے لحاظ سے اس کے مختلف نسخے رائج ہیں۔

منصور کے زمانے میں ہونے والا ترجمہ دستبردِ زمانے سے نہ بچ سکا۔ تاریخ بھی اس بارے میں خاموش ہے ـــــــ اس کے بعد ترجمے ہوئے۔ ان کی سلامت اور روانی نے پہلے ترجموں کو مٹا ڈالا۔ ہارون الرشید کے دور (۱۷۰ھ ــ ۱۹۳ھ) میں حجاج بن مطر نے یحیٰی بن خالد برمکی کے ایماء پر "مبادیات" کا دوسرا ترجمہ کیا اور مامون کے عہد (۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ) میں تیسری بار ترجمہ اسی نے کیا۔ ابنِ ندیم لکھتا ہے۔

"حجاج نے اقلیدس کے دو ترجمے کئے۔ ایک نقلِ ہارونی کے نام سے مشہور ہوا اور دوسرا ترجمہ نقلِ مامونی کے نام سے مشہور ہے اور اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔"

اقلیدس کا چوتھا ترجمہ اسحاق بن حنین (م ۲۹۸ھ) نے کیا۔ اور مشہور مترجم ثابت بن قرہ نے اصلاح کی۔ ابن ندیم نے "الفہرست" میں اسحاق بن حنین کے ترجمے پر ثابت بن قرہ کی اصلاح کا ذکر کیا ہے لیکن مستقل ترجمہ کا تذکرہ نہیں ہے۔ تاہم القفطی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ثابت نے ترجمہ بھی کیا تھا۔ غرضیکہ پانچواں ترجمہ ثابت بن قرہ نے کیا۔ ابن خلدون بھی ذکر کرتا ہے۔

متذکرۃ الصدر پانچوں ترجمے براہ راست یونانی زبان سے ہوئے تھے۔ ٹی۔ ایل۔ ہیتھ (T. L. Heath) رقمطراز ہے۔

"There seems to be no doubt that Ishaq who must have known greek as well as his father made his translation direct from greek."

ثابت کے ترجمے کے بارے میں لکھتا ہے۔

Thabit undoubtedly consulted greek

mass for his revision. This is expressly stated in a marginal note to a hebrew vertion of the Elements made from Ishaq.

ان پانچ ترجموں کے علاوہ بھی چند ترجموں کا ذکر ملتا ہے جو چنداں اہم نہیں۔

"مبادیات" کی اصلاح و تشریح اس سلسلے میں پہلا نام فیلسوف العرب "الکندی" کا ہے۔ اس کی اصلاح "رسالہ فی اصلاح کتب اقلیدس" اور "رسالہ فی اصلاح المقالہ الرابعہ عشر و الخامسہ عشر من کتاب اقلیدس" کے نام سے مشہور رہے۔ کندی کے بعد ثابت بن قرہ نے "کتاب فی اشکال اقلیدس" لکھی۔

چوتھی صدی ہجری میں ابن الہیثم رالہزن نے "مبادیات" کو خوبی سے ترتیب دیا۔ ابن الہیثم ۳۵۴ھ (۹۶۵ء) میں بصرہ میں پیدا ہوا تھا بعد ازاں مصر میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۴۳۰ھ (۱۰۳۹ء) میں انتقال کیا۔ اس عظیم مفکر اور امام بصریات سے کم و بیش دو سو کتابیں منسوب ہیں۔ جن میں سے اکثر و بیشتر سائنسی اور ریاضیاتی موضوعات پر ہیں ایک اہم تالیف "رسالہ خواص المثلث فی جہت العمود" ہے جو مشرق و مغرب سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔

ابو الوفا البوزجانی نے اقلیدس کی "مبادیات" کی شرح کا آغاز کیا تھا لیکن ابن ندیم کی تصریح کے مطابق اس کام کو عملی جامہ پہنا سکا۔ "کشف الظنون" کے مؤلف حاجی خلیفہ چلپی نے لکھا ہے کہ ابو الوفا نے تیرہ مقالوں میں ایک کتاب لکھی تھی۔ اسی طرح اس کے شاگرد نے استاد کے لیکچروں سے ایک کتاب مرتب کی تاہم یہ دونوں کتابیں ناپید ہیں۔ ابو الوفا البوزجانی ۹۴۰ء میں پیدا ہوا اور ۳۸۷ھ (۹۹۷ء) میں بغداد میں فوت ہوا۔

بو علی سینا نے "مبادیات" کا اختصار کیا اور "شفا" کا ایک حصہ اس کے لیے مختص کیا اسی طرح ابن الصلت نے "کتاب الاقتصار" میں اس کا ملخص کیا ہے۔ ابن صلت (۱۱۱۲ء) میں تونس میں فوت ہوا۔

مندرجہ بالا اختصار اور تشریحات محقق نصیر الدین طوسی (م ۶۷۲ھ) کی مرتب کردہ تحریر اقلیدس

کے سامنے ہیچ ہیں محقق طوسی، ۵۹۵ھ (۱۲۳۵ء) کو طوس میں پیدا ہوا بغداد میں ۶۷۲ھ کو فوت ہوا۔ محقق طوسی بیک وقت ریاضی دان، طبیب اور فلسفی تھا۔ اس نے ۷۷ کتابیں تالیف کیں جو صدیاں گزرنے کے باوجود ایک دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈالے ہوتے ہیں۔

محقق طوسی نے ساتویں صدی ہجری کے وسط میں حجاج بن یوسف اور ثابت بن قرۃ کے ترجموں سے مبادیات کا وہ ایڈیشن مرتب کیا جو آج مدارسِ عربیہ میں شاملِ نصاب ہے۔ مقدمہ میں رقمطراز ہے

> ''جب میں المجسطی (فلکیات کی کتاب) کے ترجمہ سے فارغ ہوا تو میں نے مناسب سمجھا کہ اقلیدس کی مبادیات کو مرتب کروں ۔۔۔۔ اور اس میں ضروری اضافے کروں ۔۔۔ حجاج اور ثابت کے نسخوں میں جو اصل ترجمہ ہے اسے بعد کے اضافوں سے ممتاز کروں۔''

ساتویں صدی ہجری ہی میں ایک اور ریاضی دان محی الدین یحییٰ بن ابی لیشکر المغربی نے ایک کتاب ''تحریر اقلیدس ——— فی اشکال الہندسہ'' مرتب کی۔

فارسی تراجم:۔

ساتویں صدی ہجری میں علامہ قطب الدین شیرازی (م ۷۱۰ھ) نے مبادیات کو فارسی میں منتقل کیا دوسرا ترجمہ خیر اللہ مہندس ہندی کا ہے جو انہوں نے ۱۱۴۴ھ میں ''تقریر التحریر'' کے نام سے کیا۔

خیر اللہ مہندس محمد شاہ اول (م ۱۷۴۸ء/۱۱۶۰ھ) کے زمانے میں معروف ہندوستانی ریاضی دان اور منجم تھا۔ راجہ دھیراج جے سنگھ والئی جے پور نے رصدگاہ کی تعمیر کے لیے خیر اللہ ہی کو چنا تھا موصوف نے تقریر التحریر کے علاوہ ۱۱۶۱ھ میں اسی موضوع پر ''تقریب التحریر'' قلمبند کی۔

ماہِ صفر

علامہ نواب سید محمد صدیق حسن خان قنوجیؒ

اس مہینے کی فضیلت کے متعلق کوئی حدیث نظر سے نہیں گزری۔ جو اعمالِ حسنہ عام طور پر کئے جاتے ہیں وہی اعمالِ صالح اس مہینے میں بھی پیشِ نظر رکھے جائیں۔ اس مہینے کی بُرائی بھی احادیث میں مذکور نہیں بلکہ ایامِ جاہلیت میں اس مہینے سے بدشگونی کی جاتی تھی اور اس مہینے کی طرف طرح طرح کی آفات و مصائب منسوب کی جاتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسے عقائد کو باطل قرار دیا۔ اسلام ایسے باطل اور جاہلانہ خیالات رکھنے سے منع کرتا ہے، کیونکہ یہ امور مستلزم شرک ہیں اور اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی معاف نہیں فرمائے گا۔ شرک کی ایسی تمام انواع و اقسام کا ذکر ہم نے رسالہ "رعایۃ الایمان" میں تفصیل سے کیا ہے۔

Regd. No. L. 7895 APRIL, 1971

Monthly **MUHADDIS** *Lahore-16*

Islamic Research Council

Vol : I	SAFAR-AL-MUZAFFAR 1391 A. H.	No. 5

ماہنامہ **مُحدّث** لاہور

ذیلی دفتر	صدر دفتر
حافظ عبدالوحیدؒ اینڈ برادرز رام گلی نمبر ۲ - لاہور	مدرسہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) گارڈن ٹاؤن - لاہور ۱۶

بیرونِ ملک		معاونین سے :-	
شرقِ اوسط :	۱ - پونڈ، ۵ شلنگ	زرِ سالانہ	۱۰ روپے
مغربی ممالک :	۱ - پونڈ، ۱۰ شلنگ	فی پرچہ	۹۰ پیسے

فون نمبر ۸۳۲۹۸

فون نمبر ۵۲۸۶۳